www.KitaboSunnat.com
ہمارے
رسولِ پاک
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
قوم کے نونہالوں کیلئے سیرتِ طیّبہ
طالب الہاشمی
البدر پبلی کیشنز
۲۳۔ راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور
قیمت : ۱۲ روپے
(ISBN) 969-400-074-2

ہمارے
رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
قوم کے نونہالوں کیلئے سیرتِ طیبہ
طالب الہاشمی
البدر پبلی کیشنز
www.KitaboSunnat.com

نام کتاب : ـــــ ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف : ـــــ طالب ہاشمی

ناشر : ـ عبدالحفیظ احمد ـ البدر پبلیکیشنز ـ ۲۳ راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور

مطبع : ـــــ میٹرو پرنٹرز، پنج محل روڈ لاہور

کتابت : ـــ محمد حفیظ قریشی دھیڈوالی (ڈسکہ) سیالکوٹ

ـــــ بار اوّل ـــــ

تعداد ـــــ دو ہزار

سالِ اشاعت : ربیع الاوّل ۱۴۰۶ ہجری بمطابق نومبر ۱۹۸۵ء

قیمت :ـــ ۲۱/- روپے
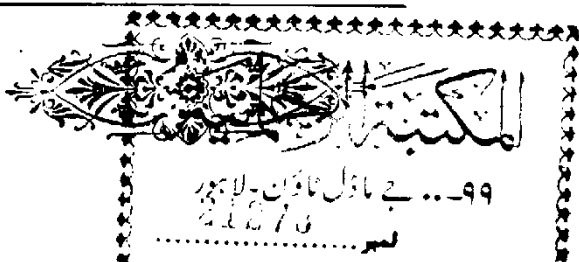
بسم اللہ الرحمن الرحیم

کہنے کی چند باتیں

ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی پر اب تک بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور ہمیشہ لکھی جاتی رہیں گی۔ میرے دل میں بھی مدت سے آرزو تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی سیرت لکھوں ـــــــ

۱۔ جو مختصر ہو لیکن اس میں کوئی ضروری بات چھوٹنے نہ پائے۔

۲۔ جس میں جچے تلے حالات اور آخری حد تک صحیح واقعات درج ہوں۔

۳۔ جس کی زبان اتنی آسان اور سلجھی ہوئی ہو کہ اس کو لڑکے لڑکیاں اور معمولی پڑھے لکھے لوگ آسانی سے سمجھ سکیں۔

۴۔ جو اسکولوں اور مدرسوں کے کورس میں رکھی جا سکے۔

۵۔ جس کی روشنی میں والدین اور اساتذہ اپنے بچوں اور شاگردوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے واقعات آسانی سے ذہن نشین کرا سکیں۔

۶۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کے مختلف پہلوؤں کا دل میں کھب جانے والے طریقے سے ذکر کیا گیا ہو۔

۷۔ جو ان خامیوں سے پاک ہو جو بعض دوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے یہ کتاب "ہمارے رسولِ پاک" لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اب یہ فیصلہ پڑھنے والے ہی کر سکتے ہیں کہ جن خطوط پر میں یہ کتاب لکھنا چاہتا تھا یہ ان کے مطابق ہے یا نہیں۔ پڑھنے والوں سے درخواست ہے کہ وہ میرے لیے بخشش کی دعا کریں اور اگر انہیں اس کتاب میں کوئی کمی یا غلطی نظر آئے تو از راہِ کرم اس سے ناشر کو آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسے دور کیا جا سکے ـــــ ناچیز: طالب ہاشمی۔ ملتان روڈ لاہور یکم نومبر ۱۹۸۵ء

ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا انسان — پہلا مُسلمان

اللہ تعالیٰ نے جب یہ دُنیا بنائی اور اس میں انسانوں کو بسانا چاہا تو سب سے پہلے اس نے جس انسان کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اس کا نام آدمؑ رکھا پھر اس کی بیوی پیدا کی جس کا نام حوّاؑ رکھا جس دن اللہ نے حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ کو زمین پر اُتارا اُسی دن اُس نے اُن کو بتا دیا کہ دیکھو تم میرے بندے ہو اور میں تمہارا مالک ہوں۔ دنیا میں تمہارا کام یہ ہے کہ جس بات کا میں حکم دوں اسے مانو اور جس چیز سے میں منع کروں اس سے رُک جاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو میں تم سے راضی ہوں گا اور تمہیں انعام دوں گا اور اگر تم ایسا نہ کرو گے تو میں تم سے ناراض ہوں گا اور سزا دوں گا۔ بس یہی اسلام کی ابتداء تھی۔ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو اللہ کے سپرد کر دیں اور اس کے حُکم کے سامنے اپنی گردن جُھکا دیں۔ دُنیا کے پہلے انسان حضرت آدمؑ نے اللہ کے حُکم کے سامنے اپنی گردن جُھکا دی۔ اس طرح وہ دنیا کے پہلے مُسلم تھے جس کو ہم اپنی زبان میں مُسلمان کہتے ہیں۔ حضرت حوّاؑ نے بھی اپنے میاں حضرت آدمؑ کی پیروی کی۔ اس طرح وہ دُنیا کی پہلی مسلمان خاتون تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے باوا آدمؑ اور اماں حوّاؑ کو اولاد دی اور ان کو حکم دیا کہ اپنی اولاد کو بھی اسلام کی تعلیم دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ کچھ مدت تک سب آدمی اسلام پر قائم رہے پھر ان میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے اسلام کی تعلیم بھلا ڈالی کسی نے پتھروں، درختوں سانپوں اور دوسرے انسانوں کو خدا بنا لیا۔ کوئی خود خدا بن بیٹھا اور کسی نے کہا کہ میں آزاد ہوں جو میری مرضی ہو گی وہی کروں گا چاہے خدا کا حکم کچھ بھی ہو۔ اس طرح دنیا میں کفر کی ابتداء ہوئی جس کے معنی ہیں، اللہ کا حکم ماننے سے انکار کرنا۔

پیغمبروں کا سلسلہ

جب انسانوں میں کفر بڑھنے لگا اور اس کی وجہ سے برائیاں پھیلنے لگیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت ہی فرمانبردار خاص خاص نیک بندوں کو اس کام پر مقرر کیا کہ وہ ان بگڑے ہوئے لوگوں کو سمجھائیں اور ان کو پھر اللہ کا فرمان بردار بنانے کی کوشش کریں۔ یہ نیک بندے پیغمبر، رسول اور نبی کہلاتے ہیں۔ پیغمبر اور رسول کے معنی ہیں، اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے والا۔ نبی کے معنی ہیں اللہ سے خبریں پا کر لوگوں کو بتانے والا۔ جن نبیوں کو اللہ نے کتاب دی ان کو رسول کہتے ہیں۔ اللہ کے سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ ان کے بعد اور ہزاروں پیغمبر دنیا کے مختلف ملکوں اور قوموں میں آتے رہے۔ یہ

سب بڑے نیک سچے اور پاک لوگ تھے۔ ان سب نے انسانوں کو ایک ہی دین کی تعلیم دی اور وہ یہی اسلام تھا۔ سب سے آخری پیغمبر ہمارے رسولِ پاک حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تھے۔ آپؐ پر پیغمبروں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپؐ کے بعد اب تک نہ کوئی دوسرا پیغمبر آیا ہے اور نہ قیامت تک آئے گا۔ مشہور ہے کہ مختلف زمانوں میں اللہ تعالیٰ نے مختلف قوموں اور ملکوں کی طرف ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ حضرت آدم علیہ السّلام کے بعد اور ہمارے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے آنے والے مشہور پیغمبروں کے نام یہ ہیں:

حضرت نوح علیہ السّلام، حضرت ہُود علیہ السّلام، حضرت صالح علیہ السّلام
حضرت ابراہیم علیہ السّلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام، حضرت اسحاق علیہ السّلام
حضرت یعقوب علیہ السّلام، حضرت یُوسف علیہ السّلام، حضرت ایُّوب علیہ السّلام
حضرت لُوط علیہ السّلام، حضرت یُونُس علیہ السّلام، حضرت شعیب علیہ السّلام
حضرت موسیٰ علیہ السّلام، حضرت داؤد علیہ السّلام، حضرت سلیمان علیہ السّلام
حضرت زکریّا علیہ السّلام، حضرت یحییٰ علیہ السّلام، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام

ہر پیغمبر کا نام لیتے وقت عَلَیْہِ السّلام ضرور کہنا چاہیے۔ اس کے معنی ہیں اُن پر اللہ کا سلام ہو۔ اسی طرح جب ہم اپنے رسولِ پاک کا نام لیں تو صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ضرور کہیں۔ اس کے معنی ہیں "اللہ کی اُن پر رحمت اور سلامتی ہو" اس کو دُرُود بھی کہتے ہیں۔

رسولوں اور نبیوں کی زندگی بڑی پاک ہوتی تھی۔ وہ کبھی کوئی گناہ نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کو ہر بُری بات، ہر بُرے کام اور ہر بُرے خیال سے بچاتا تھا۔ اسی لیے ان کو معصُوم یا پاک کہا جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے حضرت نوحؑ علیہ السلام مشہور پیغمبر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بہت لمبی زندگی دی۔ وہ لوگوں کو ساڑھے نو سو ۹۵۰ سال تک اسلام کی طرف بلاتے رہے لیکن تھوڑے سے آدمیوں کے سوا سب نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ آخر حضرت نوحؑ نے اللہ کے سامنے فریاد کی کہ اے پروردگار ان کافروں میں سے کسی کو زمین پر باقی نہ چھوڑ کیونکہ یہ تیرے دوسرے بندوں کو بھی غلط راستے پر چلائیں گے۔

اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دُعا قبول کی اور اُن کو ہدایت کی کہ ایک کشتی تیار کرو۔ انہوں نے ایک بہت بڑی کشتی تیار کرنی شروع کردی۔ کافر اُن کی ہنسی اُڑاتے تھے لیکن انہوں نے پروا نہ کی۔ جب یہ کشتی بن کر تیار ہوگئی تو ایک تنور سے پانی اُبلنے لگا اور آسمان سے مُوسلا دھار بارش شروع ہوگئی، یوں ہر طرف زبردست سیلاب آگیا۔ حضرت نوحؑ تمام مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر اس پر سوار ہوگئے۔ یہ کشتی جُودی نام کے ایک بلند پہاڑ پر جاکر ٹھہر گئی اور

سارے مسلمان بچ گئے۔ دوسری طرف سارے کافر سیلاب میں غرق ہو گئے۔

حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام

حضرت نوح ؑ کی نسل سے حضرت ہودؑ اور حضرت صالح علیہ سلام مشہور پیغمبر ہوئے۔ حضرت ہودؑ کی قوم کا نام عاد تھا اور حضرت صالحؑ کی قوم کا ثمود۔ یہ قومیں بڑی خوشحال تھیں۔ انہوں نے بھی تھوڑے سے آدمیوں کے سوا اللہ کی نافرمانی کی اور اپنے پیغمبروں کو جھوٹا کہا۔ اللہ نے ان پر عذاب نازل کیا اور سب کافروں کو تباہ کر دیا۔ ان کی بنائی ہوئی عمارتوں کے کھنڈر آج بھی عبرت کا نشان بنے ہوئے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام

*

حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کے تقریباً چار سو سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام بہت بڑے پیغمبر ہوئے۔ وہ بھی حضرت نوح علیہ السّلام کی نسل سے تھے۔ وہ آج سے کوئی چار ہزار برس پہلے عراق کے ایک شہر اُر میں پیدا ہوئے۔ ان کا لقب خلیل اللہ ہے۔ اس کا مطلب ہے "اللہ کا دوست"۔ وہ سب چیزوں سے منہ موڑ کر ایک اللہ کے ہو رہے تھے اس لیے اُن کو "حنیف" بھی کہا جاتا ہے۔

نبیوں کے باپ

حضرت ابراہیمؑ کو "ابوالانبیاء" یا "جدالانبیاء" بھی کہا گیا ہے اس لیے کہ ان کے بعد آنے والے تقریباً تمام نبی اور رسول انہی کی اولاد سے ہوئے۔ ہمارے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد سے تھے۔

آگ باغ بن گئی

حضرت ابراہیمؑ شہر اُر میں پلے بڑھے اور جوان ہوئے۔ عراق کے لوگ اس زمانے میں سورج چاند ستاروں اور بتوں کی پوجا کرتے تھے اور ان کا بادشاہ نمرود خدا ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ

نے ان کو اسلام کی طرف بلایا اور سب چیزوں کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کو ماننے کی ہدایت کی تو وہ تمام ان کے دشمن بن گئے۔ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو بہت ڈرایا دھمکایا لیکن وہ ان کو برابر اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ ایک دن موقع پاکر حضرت ابراہیمؑ نے ان کے بتوں کو توڑ پھوڑ دیا۔ اس پر بادشاہ نے ان کو آسمان سے باتیں کرتی ہوئی آگ کے ایک بڑے الاؤ میں ڈال دیا۔ اللہ کے حکم سے یہ آگ بجھ گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے باغ بن گئی وہ اس میں سے زندہ سلامت نکل آئے۔

وطن چھوڑ دیا

اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ اپنا وطن چھوڑ کر اپنی بیوی حضرت سارہؓ اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ شام و فلسطین کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس علاقے کو اس زمانے میں کنعان کہا جاتا تھا۔ ہجرت کے وقت حضرت ابراہیمؑ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ چلتے وقت انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے نیک اولاد عطا فرما۔

حضرت ہاجرہؓ سے شادی

کنعان میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا تو حضرت ابراہیمؑ مصر تشریف لے گئے وہاں انہوں نے ایک شریف مصری خاتون سے شادی کر لی۔ ان کی دوسری بیوی کا نام ہاجرہؓ تھا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھیں ——— کچھ عرصہ کے بعد

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہؓ کو ساتھ لے کر مصر سے کنعان واپس آ گئے۔

دُعا پوری ہوئی

کنعان میں رہتے رہتے حضرت ابراہیمؑ جب بہت بوڑھے ہو ہو گئے تو اللہ نے ان کی وہ دعا پوری کر دی جو انہوں نے وطن چھوڑتے وقت مانگی تھی۔ حضرت ہاجرہؓ سے ان کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے اسمٰعیلؑ رکھا۔

فاران کی وادی

حضرت اسماعیلؑ ابھی دودھ پیتے بچے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ اسماعیلؑ اور اُن کی ماں ہاجرہؓ کو فاران کی وادی میں چھوڑ آؤ۔ وادی کسی نالے یا دریا کے سیلابی پانی کی گزرگاہ کو بھی کہتے ہیں اور کسی گھاٹی یا دو پہاڑوں کے درمیان کی زمین کو بھی کہتے ہیں۔ فاران کی وادی کنعان سے بہت دور عرب کے مُلک میں واقع تھی۔

مُلکِ عَرَب

خاص مُلکِ عَرَب آج کل اس مُلک کو کہا جاتا ہے جس پر سعودی خاندان کی حکومت ہے اور جو "مملکت سعودی عرب" کہلاتا ہے ــــ یہ مُلک برِ اعظم ایشیا کے جنوب مغربی گوشے

میں پھیلا ہوا ہے اور دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ نما ہے۔
اس کے مشرق میں خلیج فارس (ایران کی کھاڑی) مغرب
میں بحیرۂ قُلزُم (بحرِ احمر یا لال سمندر) اور جنوب میں
بحرِ ہند (یا بحرِ عرب) ہے۔ خشکی پر یہ ملک شمال میں
کویت عراق اور اُردن اور جنوب میں یمن اور عمان (اومان) کے
ملکوں سے ملا ہوا ہے۔ عرب بہت بڑا ملک ہے اس کا
رقبہ آٹھ لاکھ تہتر ہزار مربع میل ہے اس کا زیادہ حصہ
ریگستانی ہے۔ جگہ جگہ روکھی سوکھی جھاڑیاں، سینکڑوں میل
لمبے چوڑے ریگستان (صحرا) اور پتھریلے میدان ملتے ہیں۔
اِن ریگستانوں میں کہیں کہیں اونچے ٹیلے اور سرسبز وادیاں
بھی ہیں جن میں چشمے بہتے ہیں اور کھجور، انجیر، انگور اور زیتون
کے باغ پائے جاتے ہیں ان کو نخلستان کہتے ہیں۔ نخلستان میں
تھوڑی بہت کھیتی باڑی بھی ہوتی ہے۔ عرب میں بارش بہت
کم ہوتی ہے۔ آب و ہوا گرم خشک ہے۔ ملک میں کوئی دریا نہیں
البتہ بہت سے چھوٹے چھوٹے ندی نالے ہیں جو سال میں کئی
مہینے خشک پڑے رہتے ہیں۔

اونٹ گھوڑے اور بھیڑ بکریاں عرب کے خاص جانور ہیں عربی
گھوڑا بہت خوب صورت اور پھرتیلا ہوتا ہے۔ عرب کا اونٹ
ایک مرتبہ پیٹ بھر کر پانی پی لیتا ہے اور دنوں اسے پیاس

نقشہ عرب
عہدِ نبوی میں
شام
فلسطین
بغداد
بصرہ
ایران
نجد
حجاز
خیبر
مدینہ
بدر
مکہ
طائف
یمن
حضرموت
عدن
عمان
بحیرہ ہند
حبشہ
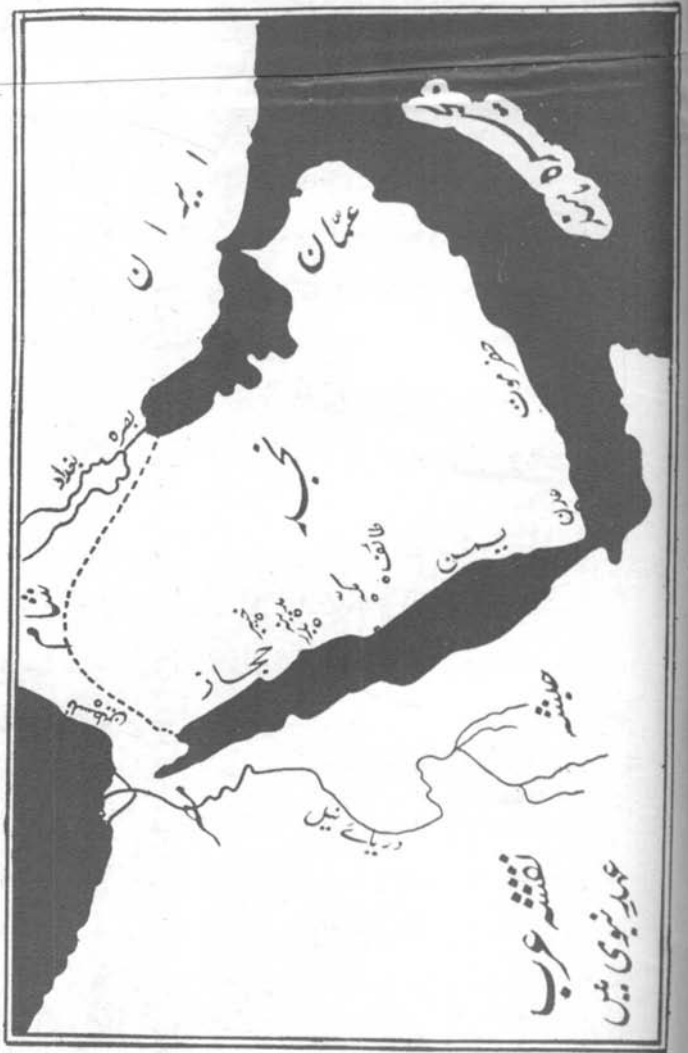
نہیں ستاتی۔ ریتیلے میدانوں میں جہاں گھوڑا نہیں چل سکتا یہ بے تکان اڑا چلا جاتا ہے۔

ملک کے درمیان نجد کا علاقہ ہے جسے چٹیل پہاڑوں اور ریگستان نے گھیر رکھا ہے۔ اس سے ہٹ کر جو علاقہ بحیرۂ قُلزم کے کنارے کنارے لمبائی میں اُردن کی سرحد سے شروع ہو کر یمن کی سرحد پر ختم ہوتا ہے حجاز کہلاتا ہے۔ اس علاقے میں سرسبز وادیاں اور ریتیلے میدان ساتھ ساتھ پھیلتے چلے گئے ہیں۔ فاران کی وادی حجاز ہی کے علاقے میں تھی۔

خدائی چشمہ

اللہ کے حکم کے مطابق حضرت ابراہیمؑ ننھے اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہؓ کو ساتھ لے کر فاران کی وادی میں آئے اور ماں بیٹے کو ایک جگہ ایک درخت کے نیچے چھوڑ دیا۔ اس وقت یہ جگہ بالکل ویران اور غیر آباد تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے کچھ کھجوریں اور پانی کا ایک مشکیزہ حضرت ہاجرہؓ کو دیا اور ان کو خدا کے سہارے پر چھوڑ کر وہاں سے چل دیئے۔ حضرت ہاجرہؓ نے آگے بڑھ کر ان سے پوچھا کہ "آپ ہمیں اس ویرانے میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟" انہوں نے فرمایا کہ اللہ کا یہی حکم ہے۔ یہ سن کر حضرت ہاجرہؓ خاموشی سے ننھے اسمٰعیلؑ کے پاس آ بیٹھیں۔ جب مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا تو ماں بیٹے کو پیاس

ستانے لگی یہاں تک کہ ننھے اسمٰعیلؑ پیاس کے مارے تڑپنے لگے۔ حضرت ہاجرہؓ بے قرار ہو کر پاس کی پہاڑی صَفَا پر چڑھ گئیں کہ کوئی آدمی یا قافلہ نظر آئے تو اس کو مدد کے لیے بلائیں مگر جب کوئی نظر نہ آیا تو وہ قریب کی دوسری پہاڑی مَرْوَہ پر چڑھ گئیں مگر وہاں سے بھی کوئی نظر نہ آیا۔ اس طرح انہوں نے صَفَا و مَرْوَہ پر سات پھیرے کیے آخری مرتبہ جب وہ مَرْوَہ کی پہاڑی سے اتریں تو انہوں نے دیکھا کہ ننھے اسمٰعیلؑ کے ایڑیاں رگڑنے والی جگہ پر کچھ نمی نظر آتی ہے۔ انہوں نے وہاں سے مٹی ہٹائی تو زمین سے پانی اُبل اُبل کر باہر نکلنے لگا۔ ان کے منہ سے بے اختیار نکلا " زَمْ زَمْ " جس کا مطلب ہے ٹھہر جا۔ چنانچہ اس چشمے کا نام ہی زَمزَم مشہور ہو گیا۔ حضرت ہاجرہؓ نے اس کے چاروں طرف مٹی کی منڈیر بنا دی۔ اس طرح پانی بہنے سے رُک گیا۔ اب حضرت ہاجرہؓ نے خود بھی پانی پیا اور بچے کو بھی پلایا۔ پھر اطمینان سے انہیں دودھ بھی پلانے لگیں۔

کچھ کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ نے اپنے فرشتے جبرئیلؑ کو بھیجا، انہوں نے زمین پر اپنا پَر مار کر زمزم کا چشمہ جاری کیا۔

شہر مکّہ کی بنیاد

تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ایک قافلے کا اُدھر سے گزر ہوا۔ اس قافلے میں قبیلہ جُرہُم کے لوگ تھے۔ اس بیابان میں پانی دیکھ کر ان لوگوں کی باچھیں کھل گئیں۔ انہوں نے حضرت ہاجرہؓ سے ہاں

آباد ہونے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے اس شرط پر اجازت دے دی کہ چشمے کی مالک وہی رہیں گی اور وہ لوگ اُن کی خوراک اور دوسری ضرورتوں کا خیال رکھیں گے۔ یوں جُرہُم کا قبیلہ وہاں آباد ہو گیا۔ آہستہ آہستہ ان کی آبادی بڑھتے بڑھتے ایک بڑی بستی کی صورت اختیار کر گئی جسے اللہ نے مکّہ کا نام دیا۔ آج یہ ایک بڑا شہر ہے اور ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ہدایت کا مرکز ہے۔ خدائی چشمہ زَمزَم اب تک موجود ہے اگرچہ اس کا پانی نیچے اتر کر کنوئیں کی صورت میں تبدیل ہو چکا ہے۔

پیارے بیٹے کی قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کبھی کبھی کنعان سے حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی خبر گیری کے لیے مکّہ آتے اور کچھ دن ان کے ساتھ ٹھہرتے تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ جب ان کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچ گئے تو ایک دن حضرت ابراہیمؑ نے ان سے کہا، بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟ حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا، ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے وہ کر ڈالیے۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ جب دونوں نے اللہ کا حکم مان لیا تو حضرت ابراہیمؑ بیٹے کو آبادی سے باہر مِنیٰ کے مقام پر لے گئے اور ان کو ماتھے کے بل گرا کر ان کی گردن پر چھری رکھ دی۔ اس وقت غیب سے اللہ نے ان کو پکارا: "اے ابراہیم

تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ (بیٹے کی جگہ مینڈھا رکھ دیا گیا اور اس کی قربانی ہو گئی) یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا۔"

اسی واقعہ کی یادگار میں مسلمان ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرتے ہیں۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ان کی اولاد

قربانی کے واقعہ کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک اور بیٹا عطا کیا جن کا نام انہوں نے اسحٰقؑ رکھا۔ ان کی والدہ حضرت سارہؓ تھیں۔ حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ تھے جن کا لقب اسرائیل تھا اس لیے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ بنی اسرائیل میں بہت سے پیغمبر ہوئے ان سب کو انبیائے بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ اور بہت سے دوسرے انبیاء کرامؑ کا تعلق بنی اسرائیل ہی سے تھا۔

دُنیا کی پہلی مسجد

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تقریباً تیس برس کی عمر کو پہنچے تو ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اچانک مکہ پہنچے اور ان سے

فرمایا کہ اللہ نے مجھے یہاں ایک گھر بنانے کا حکم دیا ہے کیا تم اس کام میں میری مدد کرو گے؟

حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا "جی ہاں میں آپ کی مدد کروں گا"

چنانچہ ایک جگہ جو اردگرد کی زمین سے کچھ بلند تھی اس پر دونوں باپ بیٹوں نے اپنے ہاتھوں سے مسجد کی بنیادیں اٹھائیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ پتھر اٹھا کر لاتے اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام ان کو نصب کرتے جاتے یہاں تک کہ ۹ ہاتھ اونچی، ۳۲ ہاتھ لمبی اور ۲۲ ہاتھ چوڑی کچے فرش کی یہ مسجد بن کر تیار ہو گئی۔ اس مسجد کا نام خانۂ کعبہ اور بیت اللہ یعنی "اللہ کا گھر" رکھا گیا۔ اللہ پاک کا کوئی جسم نہیں ہے کہ وہ کسی گھر کے اندر رہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے "اللہ کا گھر" کا مطلب وہ خاص جگہ ہے جہاں اللہ کی عبادت کی جائے۔

پاک باپ بیٹے کی دُعا

جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام خانۂ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار تو ہماری اس کوشش کو قبول فرما، تو سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ پروردگار تو ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری اطاعت کرنے والی ہو اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہم پر رحمت کی نظر رکھ کہ

تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ پروردگار تو ان لوگوں میں انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول بھیجیو جو ان کو تیری آیتیں سنائے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دے اور ان کے دلوں کو پاک کرے یقیناً تو بڑی قوت اور بڑی حکمت والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے ان پاک باپ بیٹوں کی دعا قبول فرمائی۔ حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ لوگوں میں حج کا عام اعلان کر دو کہ لوگ یہاں پیدل یا سواری پر دُور اور نزدیک سے آئیں، بیت اللہ کے گرد پھریں اور جانوروں کی قربانی کریں۔ چنانچہ حج اسلام کا بنیادی رُکن قرار پایا اور اس کی قبولیت کے لیے حضرت ہاجرہؓ کی طرح صفا و مروہ کے سات پھیرے لگانا بھی ضروری شرط قرار پائی۔ اس طرح اللہ نے خانۂ کعبہ کو ساری دُنیا والوں کے لیے ہدایت کا مرکز بنا دیا۔

اس واقعہ کے چند سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک سو پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کا مزار فلسطین کے شہر بیت المقدس کے قریب ایک گاؤں حبرون میں موجود ہے آج کل اس جگہ کا نام "الخلیل" ہے۔

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی دعا کا آخری حصہ اس طرح پورا ہوا کہ تقریباً دو ہزار سال بعد ان کی اولاد سے اللہ کے آخری نبی ہمارے رسولِ پاکؐ دنیا میں تشریف لائے اور دینِ اسلام ہمیشہ کے لیے مکمل ہو گیا۔

o-o-o-o-o-o-o-o-o-o-o-o-o-o-o-o
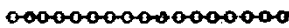
حضرت اسماعیل علیہ السلام کا گھرانا

حضرت ابراہیمؑ کے دونوں بیٹوں کو بھی اللہ نے نبی بنایا۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام شام اور فلسطین کے لوگوں کی ہدایت پر مامور ہوئے اور حضرت اسماعیلؑ کو کعبہ کی دیکھ بھال اور عرب کے لوگوں کی ہدایت پر مامور کیا گیا۔ حضرت اسماعیلؑ نے ایک سو تیس برس کی عمر میں وفات پائی تو نابت ان کے جانشین بنے جو ان کے بارہ بیٹوں میں سب سے بڑے تھے۔ نابت کی وفات کے بعد قبیلہ جُرہُم کے لوگوں نے زبردستی کعبہ اور مکّہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے نتیجے میں حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد کا بہت تھوڑا حصہ مکّہ میں بسا رہ گیا باقی سب عرب کے مختلف حصوں میں بکھر گئے۔ نابت بن اسمٰعیلؑ کی نسل سے عدنان نے بڑا نام پایا کیونکہ ان کی اولاد میں اللہ نے بڑی برکت دی اور عرب کے بہت سے قبیلے ان کی نسل سے ہوئے۔

قُرَیش

عدنان کی نسل سے دسویں پشت میں فِہر بن مالک پیدا ہوئے ان کا لقب قُریش تھا۔ فِہر کے زمانے میں یمن کے بادشاہ حسّان نے

مکّہ پر حملہ کیا۔ فِہر نے اس کا مقابلہ کیا اور شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ اس فتح سے فِہر سارے عرب میں مشہور ہو گئے۔ حجاز میں "قُریش" وہیل مچھلی کو کہا جاتا تھا جو سمندر کا سب سے بڑا جانور ہے چونکہ فِہر اور ان کی اولاد عرب کے سب قبیلوں سے طاقتور تھے اس لیے ان کا لقب قُریش پڑ گیا۔

قُصَیّ بن کلاب

فِہر یا قُریش کی نسل سے چھٹی پُشت میں قُصَیّ بن کِلاب پیدا ہوئے۔ جب وہ جوان ہوئے تو انھوں نے کعبہ اور مکّہ پر بنو خُزاعہ کو قابض پایا۔ اس قبیلے نے تین چار سال پہلے قبیلہ جُرہُم سے یہ قبضہ حاصل کیا تھا اور اب یہ لوگ بڑی خرابیوں میں مبتلا ہو گئے تھے قُصَیّ بڑے دانا، بہادر اور حوصلہ مند آدمی تھے۔ انھوں نے مکّہ کے اطراف میں آباد قُریش کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور بنو خُزاعہ کو مکّہ سے نکال کر شہر پر قبضہ کر لیا اور کعبہ کی نگرانی بھی اپنے ہاتھ میں لے لی۔

قُریش عرب کا سب سے معزز قبیلہ بن گیا۔

کعبہ کو نزدیک اور دُور کے سارے عرب بہت مقدّس سمجھتے تھے اور اس کی دیکھ بھال اور حفاظت کرنے والے کو وہ سب سے بڑھ کر عزت کے قابل سمجھتے تھے۔ کعبہ اور مکّہ شہر پر قبضہ کرنے کے بعد قُصَیّ عرب کے سب سے معزز سردار بن گئے اور ان کا قبیلہ قُریش عرب

کا سب سے معزز قبیلہ بن گیا۔

مکہ ایک شہری ریاست بن گیا

قصیؔ نے فہر کی ساری اولاد کو جو قُریش کہلاتی تھی اور عرب کے مختلف حصوں میں آباد تھی مکہ میں جمع کر لیا اور شہر کو ان کے درمیان بانٹ کر ایک ایک حصہ میں ایک ایک خاندان کو آباد کر دیا، یوں مکہ میں ایک شہری ریاست قائم ہو گئی اور قُریش کے تمام خاندانوں نے قصیؔ کو اپنا سردار مان لیا۔ وہ قُریش کے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادیاں کراتے تھے، ان کے جھگڑے چکاتے تھے۔ کسی دوسرے قبیلے کے خلاف لڑائی پیش آجائے تو اس کا انتظام کرتے تھے۔ حج کا سارا انتظام بھی ان کے ہاتھ میں تھا وہ حاجیوں کی مہمانداری کرتے، ان کو کھانا کھلاتے، پانی پلاتے اور خانۂ کعبہ ان کے لیے کھولتے اور بند کرتے تھے۔ آپس میں مشورہ کے لیے انھوں نے قُریش کے تمام سرداروں کی ایک قومی مجلس قائم کی جس کے اجلاس کے لیے ایک عمارت (دارالندوہ) تعمیر کی۔ قصیؔ جب بہت بوڑھے ہو گئے تو انھوں نے اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد عبدالدار قُریش کے سردار اور کعبہ کے نگران بن گئے۔

عبدِمناف ـــــ مکہ کا چاند

قُصیّ کے دوسرے بیٹے اور عبدالدار کے چھوٹے بھائی کا اصل نام مُغیرہ اور مشہور نام عبدِ مناف تھا۔ وہ اپنی لیاقت، بہادری

اور خوبصورتی کی وجہ سے سارے عرب میں مشہور تھے اور لوگ ان کو "مکّہ کا چاند" کہا کرتے تھے۔ جب تک عبدالدار اور عبدِ مناف زندہ رہے دونوں بھائی ایک دوسرے کی عزت کرتے رہے لیکن جب وہ دونوں فوت ہو گئے تو عبدِ مناف کے بڑے بیٹے عبدِ شمس نے عبدالدار کی اولاد کو سردار ماننے سے انکار کر دیا۔ قریش کے کچھ قبیلے عبدالدار کی اولاد (پوتے) کے طرفدار بن گئے اور کچھ عبدِ شمس کے۔ جب یہ جھگڑا بہت بڑھ گیا تو کچھ دانا لوگ بیچ میں پڑے اور انہوں نے مکّہ کی ریاست کے عہدے ان دونوں میں تقسیم کر دیئے۔ حاجیوں کو کھانا کھلانے (رفادہ) اور پانی پلانے (سقایہ) کے عہدے عبدِ شمس کو دیئے گئے اور کعبہ کو کھولنے اور بند کرنے (حجابہ) جنگ کے موقع پر جھنڈا اٹھانے (لواء) اور قومی مجلس کے انتظام (ندوہ) کے عہدے عبدالدار کی اولاد کے پاس رہے۔

ہاشم

اس انتظام کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ عبدِ شمس نے اپنے سارے فرائض اپنے بھائی ہاشم کے سپرد کر دیئے۔ ہاشم بڑے بہادر اور دریا دل آدمی تھے۔ ان کا اصل نام عَمرو تھا۔ ہاشم کے لقب سے اس وقت مشہور ہوئے جب مکّہ میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا اور انہوں نے شام سے غلّہ لاکر روٹیاں پکوائیں پھر بہت سے

اونٹ ذبح کرکے سالن تیار کیا اور روٹیوں کو چورہ کرکے اس سالن میں ڈال دیا اس کے بعد سب لوگوں کو دعوت دی کہ وہ آئیں اور یہ مالیدہ کھائیں۔ ہَشم کے معنی توڑنے اور کچلنے کے ہیں۔ روٹیوں کو توڑ کر سالن میں مالیدہ بنانے کی وجہ سے ان کو ہاشم کہا جانے لگا۔ قحط ختم ہو جانے کے بعد بھی انہوں نے یہ دستور جاری رکھا۔ ہر سال حج کے موقع پر وہ حاجیوں کو عمدہ سے عمدہ کھانا کھلاتے اور ان کے لیے پانی کا خاص انتظام کرتے کیونکہ زم زم کو بنو جرہم بند کر گئے تھے اور اس وقت اس کا نشان تک نہ تھا۔ عام زندگی میں بھی وہ بہت نیک اور رحمدل تھے۔ غریبوں اور کمزوروں کی دل کھول کر مدد کرتے تھے! ان خوبیوں کی وجہ سے لوگ ان سے محبت کرتے تھے اور وہ سارے عرب میں عزت کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ ہاشم نے قریش کی تجارت کو بڑی ترقی دی اور ان کی کوششوں کی وجہ سے مکہ عرب کی سب سے بڑی تجارتی منڈی بن گیا۔

ہاشم نے اپنی زندگی میں کئی شادیاں کیں۔ ان کی ایک بی بی کا نام سلمیٰ تھا جو مکہ سے شمال کی طرف تقریباً تین سو میل دور ایک پرانے شہر یثرب کی رہنے والی تھیں ان کا تعلق یثرب کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ بنو نجار سے تھا اور وہ عمرو بن زید نجاری کی بیٹی تھیں۔ ہاشم تجارت کے لیے شام جاتے ہوئے اکثر یثرب میں ٹھہرا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک سفر میں انہوں نے سلمیٰ سے شادی کی اور کچھ دن

یثرب میں ٹھہرنے کے بعد شام کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب غزّہ پہنچے تو بیمار ہوگئے اور وہیں فوت ہوگئے۔ ان کی وفات کے بعد سلمیٰ کے بطن سے ان کے ایک فرزند پیدا ہوئے ان کا نام پہلے عامر اور پھر شیَبہ رکھا گیا کیونکہ ان کے سر پر کچھ سفید بال تھے اور شیبہ کے معنی بوڑھے کے ہیں۔

عبدالمُطَّلب

مکہ میں ہاشم کی وفات کی خبر پہنچی تو ان کے چھوٹے بھائی مُطَّلِب ان کے جانشین ہوئے۔ اُدھر ہاشم کے فرزند جوانی کی عمر کے قریب پہنچنے تک یثرب میں اپنی ماں کے پاس پرورش پاتے رہے۔ وہ بڑے ہی نیک اور خوب صورت جوان تھے اور اپنی خوبیوں کی وجہ سے "شَیبَۃُ الحَمد" کہلاتے تھے۔ ایک دفعہ یثرب کے ایک شخص نے مُطَّلِب کے سامنے ان کے بھتیجے شَیبہ کی بہت تعریف کی، یہ سن کر وہ بے تاب ہوگئے اور یثرب جاکر شَیبہ کو اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھا کر مکہ لے آئے۔ قُریش کے لوگوں نے سمجھا کہ یہ مُطَّلِب کے غلام ہیں۔ چنانچہ وہ شیبہ کو عبدالمُطَّلِب (مُطَّلِب کا غلام) کہنے لگے۔ مُطَّلِب نے ان کو بہت سمجھایا کہ یہ میرے بھائی ہاشم کا لڑکا شَیبہ ہے لیکن عبدالمُطَّلِب کا نام کچھ ایسا مشہور ہوا کہ ان کا اصل نام لوگوں کو بھول ہی گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مُطَّلِب اپنے کاروبار کے سلسلے میں یمن گئے اور وہیں فوت ہوگئے، اب عبدالمُطَّلِب ان کے جانشین ہوئے۔ وہ قُریش میں سب سے زیادہ خوب صورت،

سب سے زیادہ تنومند، سب سے زیادہ دانا، سب سے زیادہ نرم مزاج اور سب سے زیادہ بہادر، سخی اور انصاف پسند تھے۔ وہ ایک اللہ کو مانتے تھے اور ان سب برائیوں سے دُور تھے جن میں قریش اور عرب کے دوسرے لوگ مبتلا تھے۔ ان کی قوم ان سے بہت محبت کرتی تھی اپنی قوم میں ان کو عزت کا جو مقام حاصل ہوا اس سے پہلے کسی کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ وہ حاجیوں کی بہت خدمت کرتے تھے اور ان کو دل کھول کر کھلاتے پلاتے تھے۔ اس طرح ان کی نیکی اور فیاضی کی سارے عرب میں شہرت ہو گئی۔

زم زم پھر برآمد ہو گیا

کئی سو سال پہلے جب قبیلہ جُرہُم کو مکہ سے نکالا گیا تو وہ جاتے ہوئے زم زم کے چشمے کو بند کر گئے تھے۔ جناب عبدالمُطّلِب کو یہ عزت حاصل ہوئی کہ انہوں نے زم زم کا چشمہ دوبارہ برآمد کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خواب میں زم زم کی جگہ بتائی۔ اس وقت ان کا ایک ہی بیٹا حارث تھا۔ اس کو ساتھ لے کر انہوں نے خواب میں بتائی گئی جگہ پر کھدائی شروع کر دی یہاں تک کہ زمزم کا چشمہ برآمد ہو گیا۔ اس سے ان کی عزت اور توقیر پہلے سے بھی بڑھ گئی۔

عجیب مَنّت

جناب عبدالمُطّلِب نے زمزم کی کھدائی کے وقت ایک عجیب مَنّت مانی، وہ یہ کہ اللہ اگر مجھے دس بیٹے دے تو میں ان میں سے

ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کر دوں گا۔ جب اللہ نے ان کی یہ دعا پوری کر دی تو ایک دن وہ سب بیٹوں کو اپنے ساتھ خانہ کعبہ میں لے گئے تاکہ قرعہ ڈال کر معلوم کیا جائے کہ کس بیٹے کو قربان کیا جائے

جناب عبداللہ

جب قرعہ ڈالا گیا تو وہ سترہ سالہ عبداللہ کے نام نکلا جو جناب عبدالمطلب کے سب سے خوب صورت اور پیارے بیٹے تھے عبدالمطلب اپنے ارادے کے پکے تھے انہوں نے فوراً چھری ہاتھ میں لی اور جناب عبداللہ کو ذبح کرنا چاہا۔ اتنے میں قریش کے سب لوگ جمع ہو گئے اور جناب عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر اس کام سے روک دیا۔ پھر سب نے مشورہ دیا کہ آپ عبداللہ پر اور دس اونٹوں پر قرعہ ڈالیں چنانچہ دوسری دفعہ قرعہ ڈالا گیا مگر اب بھی یہ عبداللہ ہی کے نام نکلا۔ لوگوں نے کہا کہ اب بیس اونٹوں اور عبداللہ پر قرعہ ڈالیں لیکن اس مرتبہ بھی قرعہ میں عبداللہ ہی کا نام آیا۔ لوگوں کے اصرار پر عبدالمطلب ہر مرتبہ دس اونٹ زیادہ کر کے قرعہ ڈالتے رہے مگر ہر بار قرعہ عبداللہ ہی کے نام نکلتا رہا۔ آخر سو اونٹوں پر پہنچ کر قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ اب عبدالمطلب بہت خوش ہوئے اور عبداللہ کے بجائے سو اونٹ ذبح کر دیئے۔

جناب عبداللہ کی شادی

جناب عبداللہ کی عمر پچیس برس کی ہوئی تو جناب عبدالمطلب

نے ان کی شادی قریش کی ایک شاخ بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف کی بیٹی آمنہ سے کر دی۔ وہ اپنی قوم کی سب سے اچھی لڑکیوں میں شمار ہوتی تھیں۔

جناب عبداللہ کی وفات

شادی کے چند ماہ بعد جناب عبداللہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے۔ وہاں سے واپس آتے ہوئے یثرب پہنچے تو بیمار ہو گئے اور اپنی دادی سلمٰی کے خاندان میں ٹھہر گئے۔ وہیں ایک مہینہ کے بعد وفات پا گئے اور یثرب ہی میں ان کی قبر بنی۔

یہی عبداللہ ہمارے رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والد تھے جو آپؐ کی پیدائش سے پہلے ہی دنیا سے چل بسے۔

مکّہ پر ابرہہ کی چڑھائی

جناب عبدالمطّلب کو اپنے پیارے بیٹے عبداللہ کی وفات کی خبر ملی تو ان کو بہت صدمہ ہوا۔ ابھی ان کا غم ہلکا نہیں ہوا تھا کہ یمن کے عیسائی حاکم ابرہہ نے مکّہ پر چڑھائی کر دی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ابرہہ نے کعبہ کے مقابلے میں یمن کے شہر صنعا میں ایک عالی شان گرجا بنوایا تھا اور حکم جاری کیا تھا کہ لوگ اس گرجا کو کعبہ سمجھیں اور مکّہ جانے کی بجائے اس گرجا میں آیا کریں۔ عربوں کو کعبہ سے بڑی محبّت تھی ان کو ابرہہ کے حکم پر سخت غصّہ آیا۔ ان میں سے کسی نے چھپ کر ابرہہ کے گرجے میں گندگی ڈال دی۔ ابرہہ کو پتہ چلا

تو اُس نے ایک زبردست فوج کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کر دی تاکہ کعبہ کو گرا کر اپنے گرجے کی ہتک کا بدلہ لے۔ اُس کی فوج کے ساتھ چند خوفناک ہاتھی بھی تھے۔

عبدالمُطّلب ابرہہ کے پاس

ابرہہ کی فوج نے مکہ کے باہر ڈیرہ ڈالا۔ وہاں عبدالمُطّلب کے کچھ اونٹ چر رہے تھے ابرہہ کے لشکریوں نے ان کو پکڑ لیا۔ عبدالمُطّلب کو خبر ہوئی تو وہ ابرہہ کے پاس گئے اور اُس سے کہا کہ آپ کے آدمیوں نے میرے اونٹ پکڑ لیے ہیں مہربانی کرکے وہ واپس دے دیں۔ اُن کی بات سن کر ابرہہ بہت حیران ہوا کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ عبدالمُطّلب اس سے کعبہ کو نہ چھیڑنے کی درخواست کریں گے۔ اس نے کہا، اے قریش کے سردار بڑی حیرت کی بات ہے کہ تم کو اپنے مقدّس مقام کعبہ کا تو کچھ خیال نہیں ہے اور اپنے چند اونٹوں کی فکر ہے۔

عبدالمُطّلب اس کی بات سُن کر ہنس پڑے اور کہا "ان اونٹوں کا مالک میں ہوں اس لیے ان کو چُھڑانے کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں۔ اس گھر (کعبہ) کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔"

ابرہہ نے طیش میں آکر کہا: "میں دیکھوں گا کہ کعبہ کا مالک اس کو میرے ہاتھ سے کیسے بچاتا ہے —— ہاں تم اپنے اونٹ

لے جاؤ۔" اس سوال و جواب کے بعد عبدالمطّلب واپس آ گئے۔

کھایا ہوا بھوسا

عبدالمطّلب کے واپس آنے کے بعد ابرہہ نے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور پھر مکّہ پر حملہ کے لیے آگے بڑھا۔ اس وقت ایک عجیب واقعہ ہوا۔ آسمان پر ابابیل پرندوں کے جُھنڈ نمودار ہوئے جن کی چونچوں میں پتھر کے کنکر تھے۔ انہوں نے یہ کنکر ابرہہ کے لشکر پر برسانے شروع کر دیئے۔ جس پر بھی یہ کنکر پڑتے تھے اس کا جسم فوراً چیچک کے دانوں سے گل سڑ جاتا تھا۔ اس طرح ابرہہ، اس کی فوج اور ہاتھی سب کے سب بُری طرح ہلاک ہو گئے اور ان کی لاشیں کھائے ہوئے بھُوسے کی مانند ہو گئیں۔ اس کے بعد سیلاب آیا اور سب لاشوں کو سمندر میں بہا لے گیا۔ یوں اللہ تعالٰے نے اپنے گھر کو بچا لیا۔

یہ واقعہ ۵۷۱ء عیسوی میں پیش آیا۔ قرآنِ مجید کی سورۂ فیل میں اسی کا ذکر ہوا ہے۔ اس میں ابرہہ کے لشکر کو "اصحاب الفیل" کہا گیا ہے کیونکہ ان کے پاس ہاتھی بھی تھے۔ اسی نسبت سے عربوں میں یہ سال "عام الفیل" یعنی "ہاتھیوں کا سال" کے نام سے مشہور ہو گیا اور وہ اسی سال سے تاریخوں کا حساب کرنے لگے۔

بُرائیوں کا اندھیرا

چھٹی صدی عیسوی کا زمانہ جس میں ابرہہ نے کعبہ کو گرانے کا ارادہ کیا، بُرائیوں کے اندھیرے کا زمانہ تھا۔ دنیا کے کسی مُلک میں بھی اسلام باقی نہ رہا تھا۔ اگرچہ پرانے پیغمبروں کی تعلیم کا تھوڑا بہت اثر کچھ نیک لوگوں کے اندر موجود تھا لیکن ایک خدا کی خالص فرمانبرداری جس میں کسی دوسرے کی فرمانبرداری شامل نہ ہو، ساری دُنیا میں کہیں نہیں پائی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے لوگ طرح طرح کی بُری عادتوں میں مبتلا ہو گئے تھے اور ان کے چال چلن بگڑ گئے تھے۔

پہلے پیغمبروں پر خدا کی طرف سے جو کتابیں اتری تھیں ان میں سے کتنی کتابوں کا تو نام و نشان باقی نہ رہا تھا اور جو کتابیں باقی تھیں وہ بھی اپنی اصلی حالت میں نہ تھیں کیونکہ ان کے ماننے کا دعویٰ کرنے والوں نے اپنی پسند کے مطابق ان میں تبدیلیاں کر دی تھیں۔

بڑے بڑے ملکوں میں لوگوں کی حالت یہ تھی کہ ایران میں آگ کی پوجا کی جاتی تھی۔ ہندوستان کے لوگ ہوا پانی آگ سورج اور دیوی دیوتاؤں کو پوجتے تھے۔ اپنے دیوی دیوتاؤں کے انھوں نے کروڑوں بُت بنا رکھے تھے جن سے مرادیں مانگتے تھے۔ ذات پات

فرق کا زور تھا۔ شراب پینے اور جوا کھیلنے کا عام رواج تھا۔
ن اور کئی دوسرے ملکوں میں گوتم بدھ کے بُت بنا بنا کر پوجے
تے تھے۔ ان ملکوں کے لوگوں نے اور بھی بہت سے بُت بنا رکھے
کسی سے اولاد مانگتے تھے کسی سے دولت اور کسی سے بارش۔
میں جادو ٹونے اور بہت سی دوسری بُری رسموں کا رواج بھی
فلسطین، عرب اور کچھ دوسرے ملکوں میں یہودی بھی موجود تھے
اگرچہ ایک خدا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا ان سے پہلے
نے والے پیغمبروں کو مانتے تھے لیکن انھوں نے اپنی آسمانی کتابوں
ں ردوبدل کر ڈالا تھا اور ان کے اخلاق میں سخت بگاڑ پیدا ہو
ا تھا۔ دولت جمع کرنے کا لالچ ان میں حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔
اس کام کے لیے وہ جھوٹ، دغا بازی اور فریب ہر چیز کو جائز
سمجھتے تھے۔ سود کھاتے تھے اور فیصلہ کرتے وقت انصاف سے کام
نہیں لیتے تھے۔ امیر اور طاقتور لوگوں سے رعایت کرتے اور غریب
کمزور لوگوں پر سختی۔
یورپ کے کئی ملکوں کے لوگ بالکل اُجڈ اور وحشی تھے۔ ان
میں سے بعض کا کوئی دین مذہب نہیں تھا اور بعض بُتوں کی پوجا
کرتے تھے۔
: مصر، روم، شام، یمن اور کئی دوسرے ملکوں میں عیسائیت کا زور
تھا لیکن عیسائیوں نے بھی اپنی آسمانی کتاب "انجیل" میں ردوبدل کر

ڈالا تھا۔ وہ ایک کے بجائے تین خدا مانتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ بہت سے عیسائی حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے بُت اور تصویریں بنا کر ان کو پوجتے تھے۔ انہوں نے کئی حرام چیزوں کو حلال بنا لیا تھا اور بے شمار برائیاں ان میں جڑ پکڑ گئی تھیں۔

عَرَب کے لوگوں کی حالت اس زمانے میں عجیب تھی۔ گندمی رنگ، اونچی پیشانی، مضبوط جسم سیاہ آنکھوں اور تیز نظر والے یہ لوگ بڑے بہادر، مہمان نواز، آزادی پسند، دریا دل اور بات کے پکے تھے۔ ان کا حافظہ بہت مضبوط تھا اور وہ شعر و شاعری کے بہت قدردان تھے۔ اپنی زبان عَرَبی پر ان کو اس قدر فخر تھا کہ دُنیا کے دوسرے ملکوں کے لوگوں کو وہ گونگا کہتے تھے لیکن ان خوبیوں کے ساتھ ان میں دنیا بھر کے ملکوں اور قوموں کی برائیاں بھی جمع ہو گئی تھیں۔ اس وقت عَرَب کی آبادی چند لاکھ سے زیادہ نہ تھی۔ اس کا زیادہ حصہ صحراؤں میں خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتا تھا۔ وہ اونٹوں گھوڑوں اور بھیڑ بکریوں کے گلّے لیے چارے کی تلاش میں پھرتے رہتے جہاں کوئی چشمہ، کھجور کے کچھ پیڑ اور کچھ سبزہ نظر آیا وہیں ڈیرے ڈال دیئے۔ ان لوگوں کو بَدّو، بَدوی یا اَعرَابی کہا جاتا تھا۔ جو لوگ شہروں اور قصبوں میں آباد تھے وہ حضری کہلاتے تھے۔ شہروں اور قصبوں میں مکّہ، طائف یثرب اور خیبر بہت مشہور تھے۔ شہری اور بدوی سارے ہی عَرَب

طرح طرح کی خرابیوں میں مبتلا تھے۔ کوئی مرکزی حکومت موجود نہیں تھی جو امن و امان قائم رکھتی اس لیے مختلف قبیلوں میں آئے دن لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ ان کی وجہ معمولی ہوتی تھی، ایک نے دوسرے کے چشمے سے پانی لے لیا، ایک کا جانور دوسرے کی چراگاہ میں چلا گیا، ایک قبیلے کے شاعر نے کسی دوسرے قبیلے کے خلاف کوئی شعر کہہ دیا بس اسی بات پر لڑائی چھڑ جاتی جو کئی کئی سال تک جاری رہتی اور ہزاروں آدمی مارے جاتے۔ بعض لڑائیاں تیس تیس چالیس چالیس برس تک چلتی رہیں۔ یہ لوگ کھلے بندوں شراب پیتے، جوا کھیلتے، بے حیائی کے کام کرتے، سود کھاتے اور راہ چلتے قافلوں کو لوٹ لیتے تھے۔ بعض ظالم لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے اور بعض ان کو کسی اندھے کنوئیں میں پھینک کر یا کسی پہاڑ کی چوٹی سے دھکا دے کر مار ڈالتے تھے۔

ان کے مذہب کا بھی عجیب حال تھا۔ زیادہ لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔ یہ بت پتھر کے بھی ہوتے اور لکڑی کے بھی۔ ہر شخص کے پاس ایک چھوٹا بت بھی ہوتا تھا اور ہر قبیلے کا اپنا اپنا بڑا بت بھی تھا۔ بت پرستی کا اتنا شوق تھا کہ راستے میں کوئی خوبصورت پتھر مل جاتا تو اسی کو بت بنا لیتے۔ کچھ لوگ بتوں کے علاوہ چاند، سورج، ستاروں درختوں، غاروں اور پہاڑی چٹانوں کو بھی پوجتے تھے۔ ان میں اللہ کا تصور موجود تھا لیکن وہ کہتے تھے کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے کسی

دیوی دیوتا اور بتوں کا وسیلہ ضروری ہے۔ فرشتوں اور دیویوں کو وہ اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ ان کے دیوی دیوتاؤں میں عُزّٰی، لات اور مَنات بہت مشہور تھے۔ انہوں نے مختلف شکلوں میں ان کے بُت بنا رکھے تھے ان کی پوجا کرتے ان سے مرادیں مانگتے اور ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ ان کو خوش کرنے کے لیے جانوروں کی قربانی کرتے تھے۔ وہ بھوت پریت خبیث روحوں، جِنّوں، نجومیوں اور منتر پڑھنے والوں کو بھی بہت مانتے تھے۔ انہوں نے اللہ کے گھر کعبہ میں بھی تین سو ساٹھ بُت رکھ دیئے تھے اور اس کو دنیا کا سب سے بڑا بُت خانہ بنا ڈالا تھا۔ بے شرمی اور بے حیائی کا یہ حال تھا کہ مرد اور عورتیں ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرتے (اس کے گرد پھیرے لگاتے)۔ قُریش کی معزز قوم بھی جو کعبے کی نگران اور خادم تھی ان برائیوں میں پوری طرح مبتلا ہو گئی تھی۔ غرض ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا۔ یکایک اس اندھیرے میں نور کی ایک کِرن پھوٹی اور ہدایت کی اُمید کا چراغ روشن ہو گیا۔

دُنیا میں تشریف لاتے ہیں

بہار آئی بہار آئی

مکّہ پر حملہ کرنے والے ابرہہ اور اس کی فوج کو برباد ہوئے پچاس دن گزر چکے تھے۔ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔ جاڑا ختم ہو چکا تھا اور بہار کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ درختوں میں کونپلیں پھوٹ رہی تھیں کہ ایک دن جب رات کا اندھیرا دور ہو رہا تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور مکّہ کے اونچے نیچے پہاڑوں پر صبح کا نور بکھر رہا تھا۔ بی بی آمنہ کے گھر ہمارے رسول پاکؐ پیدا ہوئے۔ ننھے حضورؐ اس قدر خوب صورت تھے کہ جو دیکھتا تھا دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ دادا جناب عبدالمطّلب کو جب خبر ملی کہ ان کی بیوہ بہو کو اللہ نے بیٹا دیا ہے تو وہ بہت خوش ہوئے دوڑے دوڑے گھر آئے، پوتے کو بیٹے کی نشانی سمجھ کر سینے سے لگا لیا اور دیر تک پیار کرتے رہے۔

جس دن ہمارے رسول پاکؐ دنیا میں تشریف لائے ۲۰ اپریل ۵۷۱ء عیسوی کی بیس تاریخ اور ربیع الاوّل کے مہینے کی بارہ تاریخ تھی۔ یہ پیر کا دن تھا۔ بعض کتابوں میں آپؐ کی پیدائش کی تاریخ اپریل ۵۷۱ء کی ۲۲ یا ۲۳ اور ربیع الاوّل کی ۹ بھی درج ہے۔

ہر طرف نور پھیل گیا

بہت سی روایتوں میں ہے کہ رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیدائش سے پہلے آپؐ کی والدہ بی بی آمنہ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ اُن کے اندر سے ایک نور نکلا ہے جس سے بہت دُور مُلکِ شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔

بی بی آمنہ کہتی ہیں کہ جب آپؐ پیدا ہوئے تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ میرے اندر سے ایک نور نکلا ہے جس سے مشرق اور مغرب روشن ہو گئے ہیں۔

رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایک پیارے ساتھی حضرت عثمانؓ بن ابی عاص کی ماں جو آپؐ کی پیدائش کے وقت بی بی آمنہ کے پاس موجود تھیں کہتی ہیں کہ آپؐ جب دُنیا میں تشریف لائے تو جس طرف نظر جاتی تھی نور ہی نور نظر آتا تھا

پیدائش کے وقت دایہ کی خدمت رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایک پیارے ساتھی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی والدہ حضرت شفاءؓ بنت عوف نے انجام دی۔ یہ خاتون قبیلہ بنو زُہرہ سے تعلق رکھتی تھیں۔

عقیقہ اور پاک نام

پیدائش کے ساتویں دن جناب عبدالمطلب نے پیارے پوتے کا عقیقہ کیا اور قریش کے لوگوں کو کھانے پر بُلایا۔ ان کے پوچھنے پر

انھوں نے بتایا کہ میں نے اپنے پوتے کا نام محمدؐ رکھا ہے۔
میری آرزو ہے کہ آسمان پر اللہ اور زمین پر اللہ کی مخلوق اس کی تعریف کرے۔

محمدؐ کے معنی ہیں جس کی بار بار (بہت زیادہ) تعریف کی جائے یا جس میں تمام خوبیاں اور بھلائیاں پائی جائیں۔

آپؐ کا ایک نام احمدؐ بھی ہے جس کا مطلب ہے اللہ کی بہت زیادہ تعریف کرنے والا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نام آپؐ کی والدہ نے خواب میں اشارہ پاکر رکھا تھا۔
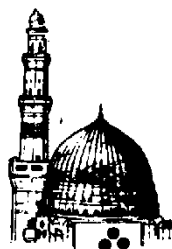
رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن

*

ہمارے رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسلَّم کو سب سے پہلے آ
کی والدہ بی بی آمنہ نے دودھ پلایا۔ تین دن کے بعد آپؐ نے چند
تک بی بی ثویبہؓ کا دودھ پیا جو آپؐ کے چچا ابولہب کی لونڈی تھی

بی بی حلیمہؓ کے پاس

ان دنوں شہر میں رہنے والے شریف عرب گھرانوں میں د
تھا کہ وہ اپنے بچوں کو پیدا ہوتے ہی دیہات میں بھیج دیتے
وہاں وہ دیہاتی عورتوں کا دودھ پی کر پرورش پاتے اور صحرا
کھلی ہوا میں کھیل کود کر ان کی صحت بہت اچھی ہو جاتی۔ سا
ہی وہ خالص عربی زبان بھی سیکھ لیتے۔ دیہاتی عورتیں سال
دو مرتبہ مکّہ آتیں اور شریفوں کے بچوں کو پالنے کے لئے اپ
گھروں کو لے جاتیں۔ جب واپس لاتیں تو بچوں کے والدین
کو بہت انعام واکرام دیتے۔ اسی دستور کے مطابق ننھے حضورؐ کو ق
بنو سعد کی ایک خوش نصیب بی بی اپنے قبیلہ میں لے گئیں۔ ا
نام حلیمہؓ تھا اور ان کا گاؤں مکّہ سے بہت دُور نجد
علاقے میں تھا۔

برکت کا خزانہ

دیہاتی عورتیں یتیم بچوں کو نہیں لیا کرتی تھیں لیکن بی بی حلیمہؓ
نے ننھے حضورؐ کو خوشی سے لے لیا۔ اس طرح ان کی قسمت جاگ اٹھی
چونکہ یہ یتیم بچہ ان کے لیے برکت کا خزانہ نکلا۔ وہ خود کہتی ہیں کہ جب
ہم محمدؐ کو لے کر واپس جانے لگے تو ہماری کم دودھ دینے والی
اونٹنی خوب دودھ دینے لگی اور ہماری مریل گدھی اتنی تیز چلنے
لگی کہ اس نے قافلے کے سب گدھوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ہم وطن
پہنچے تو چند دنوں کے اندر ہماری زمین میں ہریاول ہی ہریاول ہو
گئی اور ہماری بکریاں خوب دودھ دینے لگیں۔ اس طرح ہماری غریبی
دور ہو گئی۔ دو سال کے بعد بی بی حلیمہؓ ننھے حضورؐ کو بی بی آمنہ
سے ملانے لے گئیں اور پھر اصرار کر کے واپس لے گئیں۔ وہ آپؐ
سے بہت محبت کرتی تھیں اور اپنی اولاد کی طرح چاہتی تھیں۔ آپؐ
کے دودھ شریک بھائی بکریاں چرانے جاتے تو آپؐ کو بھی ساتھ لے
جاتے۔ وہ گھر واپس آکر اپنی ماں کو آپؐ کے بارے میں عجیب عجیب
باتیں بتاتے۔ ایک دن دوڑے آئے اور بتایا کہ دو آدمیوں نے محمدؐ
کا پیٹ چاک کر دیا۔ حلیمہؓ اپنے شوہر کے ساتھ دوڑ کر وہاں گئیں۔
آپؐ وہاں بھلے چنگے کھڑے تھے۔ جب آپؐ سے پوچھا گیا کہ
آپ کو کیا ہوا تھا تو آپؐ نے بتایا کہ سفید کپڑوں والے
دو آدمی آئے مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا اس میں سے کوئی

چیز نکال کر پھینک دی اور پیٹ کو پہلے جیسا کر دیا۔ بی بی حلیمہؓ یہ سن کر گھبرا گئیں اور مکہ جا کر آپؐ کو بی بی آمنہ کے سپرد کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً پانچ برس کی تھی۔

بی بی آمنہ کی وفات

جب آپؐ کی عمر چھ برس سے کچھ اوپر ہوئی تو بی بی آمنہ آپؐ کو ساتھ لے کر یثرب گئیں اور وہاں آپؐ کی پردادی (عبدالمطلب کی والدہ) کے خاندان (بنو نجّار) میں ایک مہینہ تک رہیں۔ وہ اپنے شوہر کی قبر پر بھی گئیں اور آپؐ کو بھی اپنے والد کی قبر دکھائی۔ یثرب سے واپس ہوئیں تو راستے میں بیمار ہو گئیں اور ابواء کے مقام پر فوت ہو گئیں اور وہیں دفن ہوئیں، وفادار لونڈی اُمّ ایمنؓ ساتھ تھیں وہ آپؐ کو ساتھ لے کر مکہ پہنچیں۔

دادا کے پاس

اُمّ ایمنؓ نے مکہ آکر آپؐ کو جناب عبدالمُطّلِب کے سپرد کر دیا۔ بوڑھے دادا نے اپنے بن ماں باپ کے پوتے کو سینہ سے لگا لیا اور نہایت محبت اور شفقت سے آپؐ کی پرورش کرنے لگے۔ وہ آپؐ کو اپنی تمام اولاد سے بڑھ کر چاہتے۔ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے۔ آپؐ کے بغیر کھانا نہ کھاتے۔ آپؐ کو اپنے ساتھ اپنی مسند پر بٹھلاتے آپؐ کا مُنہ چُومتے اور کہا کرتے کہ خدا کی قسم میرے اس بیٹے کی شان ہی کچھ اور ہے۔ یہ اتنے اونچے مرتبے پر پہنچیں گے

جس پر اس سے پہلے کوئی عرب نہیں پہنچا۔
آپؐ سے دادا کی اتنی محبت دیکھ کر لوگ آپؐ کو ابن عبدالمطلب کہنے لگے۔ لیکن افسوس آپؐ آٹھ ہی سال کے تھے کہ شفیق دادا کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔

ابوطالب کے پاس

دادا کی وفات کے بعد آپؐ کے چچا ابوطالب آپؐ کے سرپرست بنے۔ انہوں نے بھی آپؐ کو بڑی محبت اور پیار سے اپنے پاس رکھا اور ہمیشہ اپنے بچوں سے بھی بڑھ کر آپؐ کے آرام کا خیال رکھا۔ آپؐ نے دیکھا کہ چچا کی مالی حالت کمزور ہے تو خود کمانے کی فکر کی اور کچھ عرصہ تک لوگوں کی بکریاں اُجرت پر چراتے رہے۔ اس زمانے میں عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا اس لیے آپؐ نے بھی کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا البتہ آپؐ چچا سے تجارت کا تجربہ حاصل کرتے رہے۔

شام کا پہلا سفر

ایک دفعہ ابوطالب اپنا تجارتی سامان لے کر شام جانے لگے تو آپؐ کو بھی ساتھ لے لیا۔ اس وقت آپؐ بارہ سال کے تھے۔ راستے میں بُصریٰ کے مقام پر پہنچے تو وہاں ایک عیسائی راہب بحیرا نے آپؐ کو دیکھ کر ابوطالب سے کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو واپس لے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی دشمن ان کو نقصان پہنچائے

کیونکہ ان میں وہ نشانیاں پائی جاتی ہیں جو آخری نبی کی ہیں. چنانچہ ابو طالب اپنا کام جلد جلد ختم کر کے آپؐ کو واپس لے آئے۔

بُری باتوں سے نفرت

ہمارے رسُولِ پاکؐ کا بچپن اس حالت میں گزرا کہ آپؐ کے اردگرد ہر طرف برائیاں پھیلی ہوئی تھیں لیکن آپؐ بہت شرمیلے اور نیک تھے۔ اکثر خاموش رہتے تھے اور ہر قسم کی برائیوں سے نفرت کرتے تھے۔ کھیل تماشوں اور میلوں ٹھیلوں سے آپؐ کو کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بُت پرستی کو آپؐ بہت بُرا سمجھتے تھے اور آپس کی لڑائیوں سے بھی دُور رہتے تھے۔ ایک دفعہ قریش اور ایک دوسرے قبیلہ "قیس عیلان" کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ اسے حربِ فجار کہا جاتا ہے۔ آپؐ کو مجبوراً اپنے چچاؤں کے ساتھ لڑائی کے میدان میں جانا پڑا لیکن آپؐ لڑائی میں صرف اس حد تک شریک ہوئے کہ جو تیر دشمن کی طرف سے آتے تھے (ڈھال) اپنے چچاؤں کو پکڑا دیتے تھے۔ آپؐ کی طبیعت میں شوخی اور ضد نام کو بھی نہ تھی۔

تجارت

شام کے پہلے سفر سے واپس آکر آپؐ تجارت کے کام میں اپنے چچا کا ہاتھ بٹانے لگے، اس طرح آپؐ کو کاروبار میں بڑی مہارت حاصل ہوگئی اور آپؐ نے روزی کمانے کے لیے تجارت کا پیشہ ہی اختیار کیا۔ ویسے بھی قریش کے شریفوں کا سب سے باعزت پیشہ تجارت اور سوداگری تھا۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی

*

ہمارے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم جوان ہوئے تو آپؐ نے تجارت کا کام برابر جاری رکھا اور کئی بار تجارت کا سامان لے کر شام اور یمن وغیرہ گئے۔ آپؐ بات کے سچے، وعدہ کے پکے، لین دین کے کھرے اور نیت کے نیک تھے۔ اس لیے آپؐ کا کاروبار کامیاب رہا اور ہر تجارتی سفر میں آپؐ کو بہت نفع ہوا۔

مظلوموں کی حمایت کا معاہدہ

خانۂ کعبہ کی وجہ سے مکہ امن کا شہر تھا۔ جو لوگ اس شہر میں آتے تھے ان کی حفاظت اور مہمانداری قُریش کے ذمہ تھی لیکن ایک دفعہ قُریش کے ایک سردار عاص بن وائل نے ایک پردیسی سوداگر سے سامان لے لیا اور اس کو قیمت نہ دی۔ سوداگر نے قریبی پہاڑ پر چڑھ کر اس ظلم کے خلاف فریاد کی اس پر قُریش کے بہت سے قبیلے ایک جگہ جمع ہوئے اور سب نے عہد کیا کہ مکہ میں شہر کا یا باہر کا جو شخص بھی مظلوم ہوگا اس کی مدد کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے عاص بن وائل سے سوداگر کا سامان واپس لے کر دیا۔ اس عہد کو "حِلفُ الفُضُول" کہا جاتا ہے۔ ہمارے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم

بھی اس میں شریک تھے اس وقت آپ کی عمر بیس سال کی تھی۔

صادق اور امین

ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے روزمرہ کی زندگی میں بھی اور کاروبار میں بھی اپنی سچائی، ایمانداری، دیانت داری اور انصاف پسندی کا ایسا ثبوت دیا کہ قریش کا بچہ بچہ آپؐ کی تعریف کرنے لگا اور سب لوگ آپؐ کو صادق (سچا) اور امین (امانت دار) کہہ کر پکارنے لگے۔ ان کو آپؐ پر اتنا بھروسا ہو گیا کہ بلا کھٹکے اپنا روپیہ تجارت کے لیے آپؐ کے سپرد کر دیتے تھے۔ اسی طرح بہت سے لوگ اپنا روپیہ پیسہ زیور اور دوسری چیزیں آپؐ کے پاس امانت رکھواتے تھے۔ جب وہ طلب کرتے تھے تو آپؐ ہر چیز جوں کی توں واپس کر دیتے تھے۔

بی بی خدیجہؓ سے شادی

قریش کے خاندان بنو اسد میں خدیجہ نام کی ایک بہت نیک، دانا اور دولت مند بی بی تھیں۔ ان کے پہلے شوہر مر گئے تھے اب وہ بیوہ تھیں اور باپ کا سایہ بھی سر پر نہیں تھا۔ ان کا بہت بڑا تجارتی کاروبار تھا اور وہ اپنا سامان اپنے ملازموں اور دوسرے لوگوں کو دے کر شام اور یمن کے بازاروں میں بھیجا کرتی تھیں۔ انہوں نے ہمارے رسول پاکؐ کی سچائی اور دیانت داری کی تعریف سنی تو آپؐ سے کہا کہ آپؐ میرا سامان شام لے جائیں میں دوسروں کو جتنا حصہ دیتی ہوں

آپ کو اس سے زیادہ دوں گی۔ آپؐ راضی ہو گئے اور بی بی خدیجہؓ کا مالِ تجارت لے کر شام گئے۔ ان کا غلام میسرہ بھی آپؐ کے ہمراہ تھا۔ آپؐ نے شام پہنچ کر یہ مال بڑے نفع پر بیچا۔ واپس آئے تو بی بی خدیجہؓ بہت خوش ہوئیں۔ میسرہ نے بھی ان کے سامنے آپؐ کی سچائی اور دیانت داری کی بہت تعریف کی۔ ان کے دل میں پہلے ہی آپؐ کی بہت عزت تھی۔ اب انہوں نے آپؐ سے نکاح کا فیصلہ کر لیا اور دو تین ماہ بعد اپنی کنیز کے ہاتھ آپؐ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ اس وقت آپؐ کی عمر ۲۵ سال کی تھی اور بی بی خدیجہؓ کی چالیس سال کی۔ پھر بھی آپؐ نے یہ پیغام قبول کر لیا۔ آپؐ کے چچا ابوطالب اور حمزہؓ آپ کو ساتھ لے کر بی بی خدیجہؓ کے مکان پر گئے۔ وہاں بی بی خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد موجود تھے۔ جناب ابوطالب نے آپؐ کا نکاح بی بی خدیجہؓ سے پڑھا دیا۔ اب دونوں میاں بیوی ہنسی خوشی رہنے لگے اور تجارت کا کام بھی چلتا رہا۔

ایک بڑے جھگڑے کا فیصلہ

آپؐ کی عمر ۳۵ برس کی تھی کہ قریش کے مختلف قبیلوں میں ایک بڑا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا، قریب تھا کہ وہ آپس میں لڑ کر کٹ مرتے کہ رسولِ پاکؐ پہنچ گئے اور اس جھگڑے کا ایسا فیصلہ کیا کہ سب کی تسلی ہو گئی۔ ہوا یوں کہ قریش نے کعبہ کی پرانی عمارت کو گرا کر اسے نئے سرے سے بنانا شروع کیا کیونکہ پرانی عمارت بار بار سیلاب آنے کی وجہ سے بہت

کمزور ہو چکی تھی۔ جب بھی بارش ہوتی اردگرد کے پہاڑوں سے پانی بہہ کر کعبہ میں جمع ہو جاتا تھا۔ کچھ دنوں میں نئی عمارت تو بن گئی اب صرف "حجرِ اسود" کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھنا باقی تھا۔ حجرِ اسود کا مطلب "کالا پتھر" ہے۔ یہ پتھر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ہاتھوں سے کعبہ کی دیوار میں لگایا تھا اور عرب کے لوگ اس کو بہت متبرک سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کے نزدیک بھی یہ بڑا مقدس پتھر ہے خانۂ کعبہ کے گرد ہر پھیرا اسی سے شروع کیا جاتا ہے اور اس کو بوسہ دیا جاتا ہے۔

ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ حجرِ اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھنے کی عزت اسے ہی ملے۔ اس بات پر سب قبیلے لڑنے مرنے پر تل گئے۔ آخر ایک بوڑھے آدمی نے رائے دی کہ جو شخص کل صبح سب سے پہلے کعبہ میں آئے وہی اس جھگڑے کا فیصلہ کرے۔ سب نے یہ رائے پسند کی خدا کا کرنا دوسرے دن صبح جو سب سے پہلے کعبہ میں پہنچے وہ ہمارے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تھے۔ ان کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے "امین آگئے امین آگئے"۔ آپؐ نے اس جھگڑے کا حال سنا اور پھر یہ کیا کہ ایک چادر منگوائی، حجرِ اسود کو اس میں رکھا اور پھر ہر قبیلے کے سردار سے کہا کہ وہ اس چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ کر اسے اٹھائے۔ جب یہ ہو گیا تو آپؐ نے حجرِ اسود کو اپنے پاک ہاتھوں سے اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا اس طرح سب خوش ہو گئے۔

ہر ایک کے ساتھ نیکی

شادی کے بعد ہمارے رسولِ پاکؐ تجارت اور گھر کا کام کاج بھی کرتے تھے اور ساتھ ساتھ لوگوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کے کاموں میں بھی مشغول رہتے تھے۔ آپؐ غریبوں کی مدد کرتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے، بیماروں کی خبر گیری کرتے، یتیموں کی پرورش کرتے، بیوہ اور بے سہارا عورتوں کا سودا سلف لا دیتے۔ کسی کو دُکھ درد میں دیکھتے تو اس کا دُکھ درد دُور کرنے کی کوشش کرتے اور کوئی آپؐ کے پاس حاجت لے کر آتا تو اس کی حاجت پوری کر دیتے۔ غرض آپؐ ہر ایک کے ساتھ نیکی کرتے تھے۔ اسی وجہ سے چھوٹے بڑے سب آپؐ کی عزت کرتے تھے۔

غارِ حرا میں عبادت

عرب کے لوگوں کی بُت پرستی اور دوسری بُرائیوں کو دیکھ کر آپؐ کا دل بہت کُڑھتا تھا اور آپؐ ہر وقت ان کو سچائی کے راستے پر چلانے کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔ کبھی کبھی آپؐ کو بہت اچھے خواب نظر آتے جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے وہ سچ ثابت ہوتا اور ہو بہو وہی پیش آتا۔ اب آپؐ تنہائی پسند کرنے لگے۔ اس وقت آپؐ کی عمر چالیس برس کے قریب ہو چکی تھی۔ مکے کی آبادی سے دو تین میل کے فاصلے پر پہاڑ میں ایک غار ہے جسے حرا کہتے ہیں۔ آپؐ کئی کئی روز کا کھانا لے لیتے اور حرا کے غار میں اکیلے بیٹھ کر دن رات خدا کی عبادت اور غور و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تو گھر واپس تشریف لے آتے اور پھر کچھ پانی ستو اور کھجوریں وغیرہ لے کر حرا پہنچ جاتے تھے۔

نبوت

ہمارے رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عُمر چالیس سال چھ مہینے کی ہوئی تو ایک دن جب آپؐ غارِ حرا میں عبادت کر رہے تھے، آپؐ کو یکایک اللہ کے فرشتے جبرئیلؑ جو اللہ کا کلام اور پیغام لے کر پیغمبروں کے پاس آتے ہیں، نظر آئے۔ انھوں نے آپؐ کو پہلی بار اللہ کا کلام اور پیغام سنایا۔ اللہ کے کلام اور پیغام کو وحی کہتے ہیں۔ پہلی وحی یہ تھی:

پڑھو اپنے رَبّ کے نام کے ساتھ جس نے سارے جہان کو پیدا کیا جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے بنایا۔ پڑھو تمہارا رَبّ بڑا کرم کرنے والا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھلایا۔ انسان کو وہ بتایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ (سورۂ علق)

اس کے بعد جبرئیل علیہ السّلام چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام کی ہیبت سے آپ کا جسم مبارک کانپنے لگا اسی حالت میں آپؐ گھر تشریف لائے اور بی بی خدیجہؓ سے فرمایا " مجھے اڑھاؤ مجھے اڑھاؤ " انھوں نے آپؐ کو کمبل یا چادر سے اڑھا دیا۔ جب سکون ہوا تو آپؐ نے بی بی خدیجہؓ کو سارا حال سنایا اور پھر فرمایا " مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔"

بی بی خدیجہؓ نے کہا " ہرگز نہیں آپ خوش ہو جائیے اللہ

آپ کو کبھی رنج میں مبتلا نہیں کرے گا۔ آپ سچ بولتے ہیں۔ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں۔ امانتیں ادا کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں غریبوں کی مدد کرتے ہیں اور بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔"

پھر وہ آپؐ کو اپنے چچیرے بھائی وَرقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں وہ بہت بوڑھے اور نابینا تھے۔ انھوں نے بُت پرستی چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور آسمانی کتابوں توریت اور انجیل کے عالم تھے۔ وَرقہ نے آپؐ سے یہ واقعہ سنا تو بول اٹھے "یہ خدا کا وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپؐ کی قوم آپؐ کو گھر سے نکال دے گی۔"

آپؐ نے فرمایا "کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے۔"

وَرقہ نے کہا۔ "ہاں، جو چیز آپؐ لے کر آئے ہیں اس کو لے کر پہلے بھی جو آیا اس کی قوم نے اس کے ساتھ دشمنی کی۔ اگر میں نے آپ کی نبوّت کا زمانہ پایا تو میں آپؐ کی دل و جان سے مدد کروں گا۔"

مگر تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ وَرقہ کا انتقال ہو گیا۔

پہلی وحی کے بعد ایک مدت تک حضرت جبرئیلؑ کوئی اور وحی نہ لائے۔ وحی کا رُک جانا آپؐ کے لیے بڑے غم کا باعث ہوا۔ جب آپؐ کا غم حد سے بڑھ جاتا تو جبرئیلؑ آپ کے سامنے ظاہر ہوتے اور کہتے۔ "آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرئیلؑ ہوں۔"

آخر ایک دن جبرئیلؑ یہ وحی لے کر نازل ہوئے۔

" اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے اٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو اور زیادہ حاصل کرنے کے لیے احسان نہ کرو اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو۔"

(سورۂ مدثرؔ)

اب آپؐ جان گئے کہ اللہ کا رسول اور نبی ہونے کی حیثیت سے لوگوں کو اسلام کی طرف بُلانا مجھ پر فرض ہو گیا ہے۔

لوگوں کو اسلام کا بُلاوا

*

دوسری وحی آنے کے بعد ہمارے رسول پاکؐ نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا شروع کر دیا۔ آپؐ نے لوگوں کو بتایا کہ :

۱۔ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے نہ کوئی اولاد ہے نہ بیوی نہ ماں نہ باپ۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ زمین آسمان سورج چاند ستارے ہر چیز اسی کی بنائی ہوئی ہے۔ پھل پھول درخت اور اناج وہی اگاتا ہے۔ خوشی غم، زندگی اور موت وہی دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں۔

۲۔ فرشتے اللہ کی ایک ایسی مخلوق ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتی وہ دن رات اللہ کی عبادت اور اس کے حکموں کو بجا لانے میں لگے رہتے ہیں۔ ان کو ماننا فرض ہے۔

۳۔ دُنیا میں جتنے رسول اور نبی آئے ہیں وہ سب سچے اور خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ان سب کو ماننا فرض ہے۔ میں بھی اللہ کا رسول ہوں۔ اس لیے مجھ پر بھی ایمان لاؤ۔

۴۔ اللہ نے اپنے رسولوں کو جو کتابیں دیں وہ سب سچی ہیں۔

۵۔ ہر شخص مرنے کے بعد قیامت کے دن پھر زندہ ہو گا اور خدا کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ وہ ہر ایک کو اس کے اچھے اور بُرے

کاموں کا بدلہ دے گا۔

عورتوں میں سب سے پہلے بی بی خدیجہؓ نے اسلام قبول کیا۔ مردوں میں آپؐ کے بچپن کے دوست حضرت ابوبکرؓ اور آپؐ کے آزاد کیے ہوئے غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ سب سے پہلے ایمان لائے۔ اسی طرح لڑکوں میں سب سے پہلے آپؐ کے چچیرے بھائی حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد آپؐ رازداری کے ساتھ چپکے چپکے مکہ کے ایسے لوگوں کو اسلام کی باتیں سمجھانے لگے جو طبیعت کے نیک اور سمجھ دار تھے آہستہ آہستہ ایسے لوگ اسلام قبول کرنے لگے۔ ان میں قریش کے بڑے بڑے خاندانوں کے لوگ بھی تھے اور غریب لوگ بھی۔

کوئی اڑھائی سال بعد آپؐ کو خبر ملی کہ قریش کے کچھ بُرے لوگوں کے کانوں میں آپؐ کی دعوت کی بھنک پڑ گئی ہے اور وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی فکر میں ہیں۔ اس پر آپؐ کوہ صفا کے قریب ایک محفوظ مکان میں چلے گئے جس کے مالک ایک نیک دل مسلمان ارقم بن ابی ارقم تھے۔ مسلمان وہیں جمع ہو کر نماز پڑھتے اور جو لوگ اسلام قبول کرنا چاہتے وہ بھی وہاں جا کر آپؐ سے ملتے اور مسلمان ہو جاتے۔ اسی طرح تین سال گزر گئے۔ اس عرصے میں صرف ۱۳۳ نیک لوگوں نے اسلام قبول کیا ان میں سَو سے کچھ اوپر مرد تھے اور باقی عورتیں تھیں

اسلام کا عام وعظ

ooooooooo

نبوّت کا چوتھا سال شروع ہوا تو اللہ نے ہمارے رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ اب آپؐ اسلام کا پیغام لوگوں کو علانیہ پہنچائیں اور کافروں کی مخالفت کی پروا نہ کریں۔

یہ حکم ملتے ہی پہلے تو آپؐ نے سب کے سامنے کعبہ میں نماز پڑھنی شروع کردی۔ پھر آپؐ نے دو مرتبہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو کھانے پر بُلایا اور ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن دونوں مرتبہ آپؐ کے ایک چچا ابولہب نے آپؐ کی سخت مخالفت کی کیونکہ وہ بڑا سخت کافر تھا اور اپنے بُتوں کی برائی نہیں سُن سکتا تھا۔ دوسرے رشتہ دار بھی اس کی باتوں میں آگئے اور کھانا کھا کر کوئی جواب دیئے بغیر چلے گئے۔ البتہ آپؐ کے دوسرے چچا ابوطالب نے کہا کہ میں دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری حمایت کروں گا تم جو کام کرنا چاہتے ہو کرو۔ جناب ابوطالب کے نوعمر بیٹے حضرت علیؓ نے بھی کہا کہ میں آپؐ کا ساتھ دوں گا۔

پہاڑی کا وعظ

اس کے بعد آپؐ ایک دن مکّہ کے ایک قریبی پہاڑ صَفا پر تشریف لے گئے اور اس کی چوٹی پر کھڑے ہو کر قُریش کے ایک ایک قبیلے کا نام

لے کر پکارا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا:

"اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کا ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے آ رہا ہے تو کیا تم یقین کر لو گے؟"

سب نے کہا "ہاں، بے شک کیونکہ ہم نے تم کو ہمیشہ سچ بولتے دیکھا۔"

آپؐ نے فرمایا: "تو پھر سنو کہ بتوں کو پوجنا بڑا گناہ ہے اسے چھوڑ دو اور ایک خدا پر ایمان لاؤ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم پر سخت عذاب آئے گا۔"

اس پر ابولہب بول اٹھا "تیرا ناس جائے کیا تو نے اسی لیے ہمیں یہاں بلایا تھا۔" یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا دوسرے لوگ بھی خفا ہو کر چلے گئے۔

آپؐ نے ان لوگوں کی خفگی کی کچھ پروا نہ کی۔ کھلم کھلا بت پرستی کی برائی بیان کرتے رہے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے رہے۔

قریش کی مخالفت

*

قریش کے کافروں نے جب دیکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دن رات لوگوں کو اپنے دین کی طرف بلانے میں مشغول ہو گئے ہیں اور آپؐ کا پیغام روز بروز لوگوں کے دلوں میں گھر کرتا جا رہا ہے تو وہ آپؐ کے سخت دشمن بن گئے۔ آپؐ کو طرح طرح سے ستانے لگے اور دوسرے مسلمانوں پر بھی سخت سے سخت ظلم ڈھانے لگے۔ ان ظالم کافروں میں قریش کے بڑے بڑے سردار ابوجہل، ابولہب عاص بن وائل، عقبہ بن ابی معیط، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث، اُمیہ بن خلف، اُبی بن خلف، عاص بن سعید اور اسود بن عبد یغوث وغیرہ شامل تھے۔ یہ لوگ آپؐ کو دکھ دینے کے لیے بڑی گھٹیا حرکتیں کرتے تھے۔ آپؐ قرآن پڑھتے تو وہ شور مچاتے اور تالیاں پیٹتے۔ آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھا دیتے۔ آپؐ پر خاک پھینکتے۔ آپؐ کو دیوانہ، شاعر اور جادوگر وغیرہ مشہور کرتے۔ آپؐ کعبہ جاتے تو آوازے کستے دھکے دیتے۔ باہر سے جو لوگ مکہ آتے ان سے پہلے ہی کہہ دیتے کہ ہمارے یہاں ایک شخص باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے اس سے نہ ملنا آپؐ ان کی ذلیل حرکتوں پر صبر کرتے تھے اور اپنا کام کیے جاتے تھے۔ اب

قریش نے آپ کے سرپرست چچا ابوطالب پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی۔ ان میں سے کچھ آدمی اکٹھے ہو کر تین چار مرتبہ جناب ابوطالب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ محمدؐ کی حمایت چھوڑ دیں۔ جناب ابوطالب نے ہر مرتبہ ان کو ٹال دیا البتہ ایک دن انہوں نے آپؐ سے کہا کہ "بھتیجے مجھ بوڑھے پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میں اٹھا نہ سکوں"۔ شفیق چچا کی یہ بات سن کر آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپؐ نے فرمایا:

"چچا جان! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے سے باز نہ آؤں گا۔"

ابوطالب نے آپؐ کا حوصلہ اور پکا ارادہ دیکھ کر کہا، اچھا بھتیجے تو جاؤ اپنا کام جاری رکھو۔ میں تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔

قریش نے اب رسول پاکؐ کو لالچ دینے کی تدبیر سوچی اور دو تین مرتبہ اپنے کچھ سردار آپؐ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجے کہ اگر آپؐ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اگر آپؐ دولت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اتنی دولت دیتے ہیں کہ آپ مکہ کے سب سے دولت مند آدمی بن جائیں۔ اگر آپؐ شادی کرنا چاہتے ہیں تو جس عورت سے آپؐ چاہیں ہم آپؐ کی شادی کیے دیتے ہیں بس آپ ہماری اتنی بات مان لیں کہ ہمارے بتوں

کو بُرا نہ کہا کریں۔ آپؐ نے ان لوگوں کی بات قبول نہ کی اور فرمایا:

"میں جو چیز تمہارے پاس لایا ہوں اس کو مان لو اسی میں تمہاری بہتری ہے ورنہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ فیصلہ کرے گا۔"

قُریش کے کافروں نے کئی دفعہ آپؐ کو طرح طرح کی دھمکیاں بھی دیں لیکن آپؐ نے کسی دھمکی کی پروا نہ کی اور اپنا کام برابر جاری رکھا۔

عَرَب میں ہر سال عُکاظ اور مَجَنّہ وغیرہ کے مقامات پر بڑے بڑے میلے لگتے تھے جن میں دُور دُور سے لوگ شریک ہوتے تھے آپؐ ان میلوں میں بھی تشریف لے جاتے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بُلاتے۔ اسی طرح جب حج کے موقع پر لوگ عَرَب کے گوشے گوشے سے مکّہ آکر مِنیٰ میں پڑاؤ ڈالتے تو آپؐ ایک ایک قبیلے کے پاس جاتے اور اس کو اسلام کی دعوت دیتے۔

مسلمانوں پر ظلم و ستم

مکہ کے کافر ایک طرف رسول پاکؐ کو ستاتے تھے اور دوسری طرف جن مسلمانوں پر ان کا بس چلتا اُن پر ایسے ایسے ظلم ڈھاتے تھے کہ ان کا حال پڑھ کر انسان کانپ اٹھتا ہے۔ یہ بہادر مسلمان ہر قسم کی مصیبتیں اور سختیاں سہہ لیتے تھے مگر اسلام سے منہ نہ موڑتے تھے۔ ظالم کافر اسلام لانے کی سزا میں حضرت بلالؓ کو تیز دھوپ میں گرم ریت پر لٹاتے تھے اور ان کے گلے میں رسی باندھ کر گلیوں میں گھسیٹتے تھے۔

حضرت خبابؓ کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹاتے تھے اور گرم لوہا ان کے جسم پر لگاتے تھے۔ حضرت یاسرؓ، ان کے بیٹے عمارؓ اور بیوی سُمیہؓ کو اتنا مارتے تھے کہ وہ بے ہوش ہو جاتے۔ بوڑھے یاسرؓ یہ ظلم سہتے سہتے فوت ہو گئے اور حضرت سُمیہؓ کو ایک دن ابوجہل نے برچھی مار کر شہید کر دیا۔ حضرت عمارؓ کو ظالم کبھی آگ پر لٹاتے اور کبھی انہیں دیر دیر تک پانی میں غوطے دیتے رہتے۔

حضرت صُہیبؓ کو اتنا مارتے تھے کہ ان کے ہوش و حواس جاتے رہتے تھے۔

حضرت زنیرہؓ ایک مسلمان لونڈی تھیں۔ ایک دن ابوجہل نے ان کو اتنا مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کو مشرکوں نے ایک دفعہ اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہو گئے اور سارا منہ سوج گیا۔

حضرت عثمانؓ اسلام لائے تو ان کے چچا نے ان کو رسی میں باندھ کر مارا۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے کافروں کے سامنے قرآن پڑھا تو انہوں نے ان کو بُری طرح مارا۔

حضرت خالدؓ بن سعید کے اسلام لانے کا حال ان کے والد کو معلوم ہوا تو اس نے ایک لکڑی سے انہیں اتنا مارا کہ لکڑی ٹوٹ گئی، پھر انہیں قید کر دیا اور بھوکا پیاسا رکھا۔

حضرت زبیرؓ کا چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور اس قدر دھونی دیتا کہ ان کا دم گھٹنے لگتا۔

حضرت طلحہؓ کے بھائی نے ان کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ ایک رسی میں باندھ کر بُری طرح مارا۔

حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ نے ایک دن کعبہ میں رسولِ پاکؐ کی حمایت کی تو کافروں نے انہیں اتنا مارا کہ وہ شہید ہو گئے۔

حضرت عامرؓ بن فہیرہ کو ظالم ہر روز بُری طرح مارتے تھے اور ان کے جسم میں کانٹے چبھوتے تھے۔

حضرت ابو فکیہہؓ ایک بوڑھے مسلمان تھے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پتھریلی زمین پر گھسیٹتے اور گلا گھونٹتے تھے۔

حضرت ابو جندلؓ اسلام لائے تو ان کے والد نے ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر قید کر دیا۔ غرض بے رحم کافر مسلمانوں پر دن رات ایسے ہی ظلم ڈھاتے رہتے تھے۔

حبش کی ہجرت

*

ایک ملک یا شہر کو چھوڑ کر دوسرے ملک یا شہر میں جا بسنے کو ہجرت کہتے ہیں جب مکہ میں مسلمانوں پر کافروں کی سختیاں حد سے بڑھ گئیں تو رسول پاک صؐ نے نبوت کے پانچویں سال مسلمانوں سے فرمایا کہ اچھا ہو اگر تم یہاں سے نکل کر حبش چلے جاؤ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جو کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا جب تک اللہ تمہارے لیے کوئی بہتر صورت پیدا نہ کرے تم وہیں ٹھہرے رہو۔

حبش کا ملک بحر احمر کے مغربی کنارے پر افریقہ کے برّاعظم میں واقع ہے۔ آج کل اس کو ایتھوپیا کہا جاتا ہے۔ اُس زمانے میں وہاں کے بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا تھا۔ آپؐ کا ارشاد سن کر بہت سے مسلمان حبش جانے کے لیے تیار ہو گئے اور اسی سال گیارہ مرد اور چار عورتیں ہجرت کر کے حبش چلے گئے۔ ان میں سے ایک دو کے سوا باقی سب یہ خبر سُن کر بہت جلد واپس آ گئے کہ مکہ کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں لیکن مکہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ اب کافر مسلمانوں پر اور زیادہ سختیاں کرنے لگے۔ چنانچہ نبوت کے چھٹے سال آپؐ کی اجازت سے ۱۰۳ مسلمان ہجرت کر کے حبش چلے گئے ان میں بچاسی چھیاسی مرد تھے اور باقی عورتیں

تھیں۔ نجاشی نے ان لوگوں سے اچھا سلوک کیا اور وہ امن و امان سے وہاں رہنے لگے۔ قریش کو اس پر سخت غصہ آیا۔ انھوں نے بہت سے تحفے دے کر اپنے دو قاصد نجاشی کے پاس بھیجے۔ انھوں نے نجاشی سے درخواست کی کہ یہ لوگ ہمارے مجرم ہیں آپ ان کو اپنے ملک سے نکال دیں۔ بادشاہ نے مسلمانوں کو بلا کر ان سے پوچھا کہ تم نے کونسا نیا دین ایجاد کیا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے آپؐ کے چچیرے بھائی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے تقریر کی:

"اے بادشاہ ہم جاہل تھے بت پوجتے تھے، حرام چیزیں کھاتے تھے۔ بے حیائی کے کام کرتے تھے۔ ہمسایوں کو ستاتے تھے۔ طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ اللہ نے ہم میں سے ہماری طرف ایک رسول بھیجا۔ ہم اس کے خاندان کی بزرگی اور اس کی سچائی دیانت داری اور پاکبازی کو جانتے تھے۔ اس نے ہم کو اللہ کے سچے دین کی طرف بلایا، اس نے ہم کو نصیحت کی کہ بت پرستی چھوڑ دیں، کسی پر ظلم نہ کریں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں، سچ بولیں، پڑوسیوں سے اچھا سلوک کریں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں زکوٰۃ دیں۔ ہم اس پر ایمان لائے تو ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی۔ ہم نے اپنے دین کو بچانے کے لیے آپ کے ملک میں پناہ لی۔"

نجاشی نے کہا "تمہارے پیغمبر پر جو کلام اترا ہے اس میں سے

کچھ سناؤ۔"

حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی چند آیتیں پڑھیں تو بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے کہا:

"خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل ایک ہی نور سے ہیں۔"

پھر بادشاہ نے قریش کے قاصدوں سے کہا کہ "تم واپس جاؤ میں ان مظلوموں کو تمہارے حوالے نہ کروں گا۔"

دوسرے دن ان قاصدوں نے بادشاہ کو یہ کہہ کر پھر مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اچھا خیال نہیں رکھتے لیکن جب مسلمانوں نے بادشاہ کو بتایا کہ ہم حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بندہ، سچا پیغمبر اور روح اللہ مانتے ہیں تو بادشاہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ کا یہی رتبہ تھا۔ پھر اس نے قریش کے قاصدوں کو ان کے تحفے واپس کر کے رخصت کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد نیک بادشاہ نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عُمر رضی اللہ عنہ اسلام لاتے ہیں

*

نبوّت کے چھٹے سال قُریش کے دو بڑے معزز اور بہادر آدمیوں نے اسلام قبول کیا، یہ تھے حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ بن خطاب۔

حضرت حمزہؓ رسول پاکؐ کے چچا بھی تھے اور خالہ زاد بھائی بھی۔ اس تعلق کے علاوہ وہ آپؐ کے دودھ شریک بھائی تھے کیونکہ ثُوَیبہؓ جن کا دودھ بچپن میں حضرت حمزہؓ نے پیا تھا بعد میں آپؐ نے بھی ان کا دودھ پیا۔ وہ آپؐ سے صرف دو سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ ان کو رسول پاکؐ سے بڑی مُحبّت تھی لیکن جب آپؐ نے اسلام کی دعوت دینی شروع کی تو انہوں نے عرصہ تک اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ ان کو تلوار اور تیر چلانے اور پہلوانی کا شوق تھا اپنا زیادہ وقت سیر اور شکار میں گزارتے تھے۔ ایک دن شکار سے واپس آرہے تھے کہ ایک لونڈی نے ان کو بتایا، آج ابوجہل نے محمدؐ کو بہت گالیاں دی ہیں۔ یہ سُن کر ان کو سخت غصہ آیا۔ سیدھے خانہ کعبہ پہنچے جہاں ابوجہل دوسرے کافروں کے درمیان بیٹھا شیخیاں بگھار رہا تھا۔ انہوں نے اپنی کمان اس کے سر پر اس زور سے ماری کہ وہ زخمی ہو گیا، ساتھ ہی کہا کہ میرا دین بھی محمدؐ کا دین ہے اگر تم سچے ہو تو مجھے اس سے روک کر دیکھو — پھر گھر

گئے اور رات بھر سوچتے رہے۔ صبح ہوئی تو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔

اس واقعہ کے تین دن بعد قریش کے دوسرے نامی بہادر حضرت عمرؓ تلوار ہاتھ میں لے کر رسول پاکؐ کو شہید کرنے کے ارادے سے نکلے راستے میں ان کے قبیلے بنو عدی کے ایک مسلمان حضرت نُعَیمؓ مل گئے انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر تم نے اپنا ارادہ پورا کیا تو عبد مناف کی اولاد تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔ تمہاری تو اپنی بہن فاطمہؓ اور بہنوئی سعیدؓ بن زید مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ بہن کے گھر پہنچے، اندر سے قرآن پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو بہن نے قرآن کے اوراق چھپا دیئے اور دروازہ کھول دیا۔ حضرت عمرؓ نے اندر داخل ہو کر بہنوئیؓ کو مارنا شروع کر دیا۔ بہن شوہر کو بچانے کے لیے بڑھیں تو ان کو بھی لہولہان کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ عمر جو جی چاہے کر لو اب اسلام ہمارے دل سے نہیں نکل سکتا۔ اس بات نے حضرت عمرؓ کے دل پر بڑا اثر کیا۔ انہوں نے بہن سے کہا: "اچھا تو تم لوگ جو پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی سناؤ" انہوں نے چھپائے ہوئے اوراق نکالے اور ان پر لکھی ہوئی سورۂ طٰہٰ پڑھنی شروع کی۔ بعض کتابوں میں ہے کہ یہ سورۂ حدید تھی اور یہ حضرت عمرؓ نے غسل کرنے کے بعد خود قرآن کے اوراق ہاتھ میں لے کر پڑھی۔ چند ہی آیتیں سن کر یا پڑھ کر ان کا دل موم

ہوگیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ رسولِ پاکؐ اس وقت چند مسلمانوں کے ساتھ حضرت ارقمؓ کے گھر میں تھے۔ حضرت عمرؓ سیدھے اُدھر روانہ ہوئے۔ مسلمانوں نے دروازے کی جھری سے حضرت عمرؓ کو تلوار کمر سے باندھے ہوئے آتا دیکھا تو انہیں ان کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا لیکن حضرت حمزہؓ نے بے دھڑک کہا۔ اسے آنے دو۔ صلح کے لئے آیا ہے تو خیر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔ دروازہ کھلا اور حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے تو آپؐ نے ان کی چادر کو پکڑ کر پوچھا ابنِ خطاب کس ارادے سے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا "اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لانے کے لیے۔" اس پر آپؐ نے زور سے اللہ اکبر فرمایا۔

اس سے ایک ہی دن پہلے آپؐ نے دُعا مانگی تھی کہ الٰہی ابوجہل یا عمرؓ بن خطاب کو مسلمان بنا دے۔ یہ دعا حضرت عمرؓ کے حق میں قبول ہو گئی۔ مسلمان ہونے کے بعد حضرت عمرؓ سب مسلمانوں کو ساتھ لے کر نکلے اور کافروں کو پیچھے ہٹا کر کعبہ کے صحن میں نماز پڑھی۔

پہاڑ کے درّے میں تین سال

قریش نے جب دیکھا کہ اسلام پھیلتا ہی جا رہا ہے تو نبوّت کے ساتویں سال ان سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ جب تک ابوطالب رسولِ پاکؐ کو ان کے حوالے نہیں کریں گے۔ کوئی شخص رسولِ پاکؐ کے خاندان بنو ہاشم سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا نہ ان سے کوئی شادی بیاہ کرے گا نہ ان کو کھانے پینے کا کوئی سامان دے گا اور نہ ان سے کوئی لین دین کرے گا۔ انہوں نے یہ معاہدہ لکھ کر کعبے کے دروازے پر لٹکا دیا۔ ابوطالب کو پتہ چلا تو وہ ابولہب اور اس کے گھر والوں کے سوا خاندان کے سب لوگوں کو ساتھ لے کر پہاڑ کے ایک درّے میں چلے گئے جو شعبِ ابوطالب کہلاتا تھا۔ بنو مُطّلب نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ مسلمان پورے تین سال اس درّے میں بڑی تکلیف سے گزارہ کرتے رہے۔ یہ زمانہ اتنا سخت تھا کہ ان کو درختوں کے پتّے تک کھانے پڑے۔ بچّے بھوک پیاس سے تڑپتے تھے ان کی ماؤں کا دودھ سوکھ گیا تھا اور وہ سوکھ کر کانٹا بن گئی تھیں۔ آخر دشمنوں میں سے کچھ کو رحم آ گیا انہوں نے اس معاہدے کو پھاڑ ڈالا اور مسلمان نبوّت کے دسویں سال درّے سے نکل کر شہر میں آ گئے۔

غم کا سال

*

دُرّہ سے نکلے تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ رسولِ پاکؐ کے پیارے چچا ابوطالب فوت ہو گئے۔ ابھی یہ زخم ہرا تھا کہ بی بی خدیجہؓ بھی فوت ہو گئیں۔ یہ دونوں آپؐ کے مددگار اور غم بٹانے والے تھے اس لیے ان کی وفات سے آپؐ کو سخت صدمہ پہنچا۔ آپ نبوّت کے دسویں سال کو ہمیشہ عامُ الحُزن (غم کا سال) فرمایا کرتے تھے۔

کافروں کا ظلم اور بڑھ گیا

جناب ابوطالب اور بی بی خدیجہؓ کی وفات کے بعد کافروں نے آپؐ کو پہلے سے بڑھ کر ستانا شروع کر دیا۔ ایک دن جب آپؐ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے ایک شریر نے اونٹ کی وزنی اوجھڑی لاکر آپ کی پیٹھ پر رکھ دی۔ آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو پتہ چلا تو انھوں نے آکر بڑی مشکل سے اسے نیچے پھینکا۔

ایک دن کسی ظالم نے آپؐ کے سر مبارک پر مٹی ڈال دی۔ آپؐ اسی حال میں گھر آئے اور آپؐ کی ایک بیٹی نے روتے روتے آپؐ کا سر دھویا۔

ایک دن ایک شریر نے بازار میں سب لوگوں کے سامنے آپؐ کو

بہت گالیاں دیں۔

ایک دفعہ ایک ظالم نے آپؐ کی گردن میں چادر کا پھندا ڈال کر چاہا کہ گلا گھونٹ دے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا تو دوڑ کر آپؐ کی گردن پھندے سے آزاد کی۔

طائف کا سفر

اسی سال آپؐ اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے تاکہ وہاں کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دیں۔ یہ مکہ سے پچاس ساٹھ میل دور ایک سرسبز اور خوشحال شہر تھا۔ طائف کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کی بجائے آپ کا مذاق اڑایا اور شریر لڑکوں اور آوارہ لوگوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے آپؐ کو پتھر مار مار کر زخمی کر دیا۔ آخر آپؐ نے شہر سے باہر نکل کر ایک باغ میں پناہ لی۔ طائف والوں کی اس بدسلوکی پر بھی آپؐ نے ان کے لیے کوئی بددعا نہ کی بلکہ فرمایا کہ اُمید ہے ان کی اولاد ضرور اللہ کا دین قبول کرے گی۔

قبیلوں میں دورہ

طائف سے مکہ واپس آنے کے بعد آپؐ نے فیصلہ کیا کہ حج پر آنے والے ایک ایک قبیلہ کو جہاں پہلے کی طرح اسلام کا پیغام سنایا جائے وہاں اب اس کے سرداروں سے قریش کے کافروں کے مقابلے میں اپنی حمایت اور مدد کے لیے بھی کہا جائے۔ چنانچہ آپؐ ایک ایک قبیلے کے پاس جاتے اس کو اسلام کی دعوت دیتے اور اپنی حمایت

کے لیے کہتے۔ ان میں سے بعض نرمی سے انکار کر دیتے اور بعض بدتمیزی
سے پیش آتے۔

مددگار مل گئے

نبوت کے گیارھویں سال حج کے موقع پر آپ مختلف قبیلوں ک
حق کی دعوت دیتے دیتے منیٰ کی طرف جا نکلے وہاں عقبہ کی گھا
میں آپ کی ملاقات شہر یثرب کے چھ آدمیوں سے ہوئی۔ یثرب مک
سے تقریباً تین سو میل دور واقع ہے۔ اب اس کا نام مدینہ ہے۔ اس زمانے
میں یثرب میں دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج آباد تھے۔ یہ لوگ کھیتی با
کرتے تھے اور کھجور کے باغات لگاتے تھے۔ ان کے آس پاس بہت سے
یہودی بھی آباد تھے جو ان کو سود پر قرض دیا کرتے تھے۔ ان قبیلوں کی
آپس میں ان بن رہتی تھی اس لیے یثرب میں یہودیوں کا بہت زو
تھا۔ اوس وخزرج کے لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ یہود ان کے
سامنے اکثر ایک آخری نبی کے آنے کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ جن چ
آدمیوں سے آپ ملے ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپ نے
ان کو اللہ کا پیغام سنایا تو ان کے دل نے گواہی دی کہ آپ ہی اللہ
کے آخری نبی ہیں۔ انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور آپ کے
پر بیعت کر لی۔ بیعت کا مطلب ہے اطاعت کا عہد کرنا۔

اگلے سال یثرب سے بارہ آدمی آکر مسلمان ہوئے اور عقب
ہی کے مقام پر آپ کی بیعت کی۔ آپ نے ان لوگوں کی خواہش

اپنے ایک پیارے ساتھی مُصعَب رضؓ بن عمیر کو یثرب بھیجا تاکہ اُن کو دین کی باتیں سکھائیں اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں۔ حضرت مُصعَب رضؓ کی کوششوں سے اَوس و خَزرَج کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد مسلمان ہو گئی، اس میں ان کے بڑے بڑے سردار بھی شامل تھے ـــــ اگلے سال ۱۳ ؁ نبوّت میں یثرب سے ۷۵ مسلمان حج کے قافلے میں شامل ہو کر مکّہ آئے۔ رسولِ پاکؐ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کے ساتھ رات کو عَقبَہ کی گھاٹی میں ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے آپؐ کی بیعت کی اور آپؐ کو دعوت دی کہ آپ ہمارے پاس یثرب آجائیں ہم مرتے دم تک آپؐ کی حفاظت اور مدد کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا ـــ "تو پھر میرا مرنا جینا بھی تمہارے ساتھ ہوگا۔" پھر آپؐ نے ان لوگوں کو جنّت کی خوشخبری دی اور وہ خوش خوش واپس گئے۔ آپؐ کی مدد کرنے والے یثرب کے لوگ "انصار" کے لقب سے مشہور ہوئے جس کے معنیٰ "مددگار" کے ہیں۔

مِعراج

اس واقعہ سے کچھ مدت پہلے آپؐ کو معراج ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے آپؐ کو بیت المقدّس لے گیا۔ وہاں سے آپؐ کو آسمانوں کی سیر کرائی۔ قدرت کے عجائبات دکھائے اور پھر واپس بھیج دیا۔ یہ سب کچھ ایک ہی رات میں ہو گیا۔ پہلے نماز کی دو رکعتیں ہوتی تھیں معراج میں مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض کر دی گئیں۔

رسولِ پاک ﷺ نے اپنا وطن چھوڑ دیا

عقبہ کی بڑی بیعت کے بعد رسولِ پاکؐ نے مسلمانوں کو یثرب کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ چند ایک کے سوا سب مسلمان آہستہ آہستہ مکّہ سے ہجرت کر کے یثرب چلے گئے۔ اللہ نے ان مسلمانوں کو مُہاجر کا نام دیا۔ مسلمانوں کو اس طرح امن کی جگہ جاتے دیکھ کر قریش کے کافروں کو سخت غصہ آیا۔ ایک دن انہوں نے جمع ہو کر فیصلہ کیا کہ فلاں رات کو ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی جمع ہو اور سب مل کر رسولِ پاکؐ کو قتل کر ڈالیں۔ اُدھر اللہ نے آپؐ کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ یہ اجازت اُس دن ملی جس کے بعد آنے والی رات کو کافروں نے آپؐ کو شہید کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ رات ہوئی تو آپؐ نے حضرت علیؓ کو یہ فرما کر اپنے بستر پر سُلا دیا کہ تم میرے پاس رکھی ہوئی امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کر کے بعد میں یثرب آجانا۔ اس وقت کافروں نے آپؐ کے مکان کو گھیر لیا تھا۔ اللہ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آپؐ ان کے درمیان سے نکل کر سیدھے حضرت ابو بکرؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ ان سے پہلے ہی ہجرت کا مشورہ ہو چکا تھا۔ وہ فوراً آپؐ کے ساتھ چل پڑے۔ اس وقت آپؐ نے کعبہ کی طرف منہ کر کے بڑے درد سے فرمایا:

" اے مکہ خدا کی قسم تو مجھے خدا کی زمین میں سب سے بڑھ کر پیارا ہے اگر تیرے باشندے مجھے نہ نکالتے تو میں کبھی تجھے چھوڑ کر نہ نکلتا۔"

مکہ کے جنوب میں تین میل دور ثور نامی پہاڑ ہے۔ دونوں ساتھی اس پہاڑ کے ایک غار میں چھپ گئے۔ اُدھر کافروں نے آپؐ کے بستر پر حضرت علیؓ کو سوتا پایا تو حیران رہ گئے۔ وہ سمجھ گئے کہ رسولِ پاکؐ بچ کر نکل گئے ہیں۔ آپؐ کی تلاش میں ہر طرف آدمی دوڑا دیئے۔ کچھ آدمی غارِ ثور کے منہ پر پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ ان کی آہٹ پاکر گھبرا گئے۔ آپؐ نے فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ خدا کی قدرت کافر آپؐ کو نہ دیکھ سکے اور واپس چلے گئے۔ آپؐ تین دن اور تین رات غارِ ثور میں رہے اس عرصے میں حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کیے ہوئے غلام عامرؓ بن فہیرہ ہر روز بکریاں چراتے چراتے شام کو وہاں آجاتے اور آپؐ کو بکریوں کا دودھ دے جاتے۔ حضرت ابوبکرؓ کی بڑی بیٹی حضرت اسماءؓ ہر روز تازہ کھانا پہنچا دیتیں۔ تین دن رات کے بعد دونوں ساتھی غار سے نکلے، عامرؓ بن فُہیرہ کو ساتھ لیا اور اونٹنیوں پر جن کا انتظام حضرت ابوبکرؓ نے پہلے سے کر رکھا تھا سوار ہو کر یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔

دوسری طرف قریش نے اعلان کیا کہ رسولِ پاکؐ کو پکڑ کر لانے والے کو سَو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ ایک صحرائی قبیلے بنی مُدلِج

کے سردار سُراقہؓ نے یہ اعلان سنا تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آپؐ کی تلاش میں نکلا اور آپؐ کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑا۔ اٹھ کر پھر آگے بڑھا تو اس کا گھوڑا گھٹنوں تک ریت میں دھنس گیا۔ اب سُراقہ نے آپؐ سے گڑگڑا کر معافی مانگی اور واپس چلا گیا۔ راستے میں ایک جگہ آپؐ ایک نیک خاتون اُمِّ معبد کے گھر کچھ دیر ٹھہرے اور پھر آگے روانہ ہو گئے۔ آٹھ دن کے سفر کے بعد آپؐ قُبا پہنچ گئے جو یثرب سے تین میل اِدھر انصار کے قبیلہ اَوس کی ایک شاخ کا گاؤں تھا۔ یہ لوگ کئی دن سے آپؐ کا انتظار کر رہے تھے انہوں نے بڑے جوش سے آپؐ کا استقبال کیا۔ آپؐ نے ان کے سردار کلثومؓ بن ھِدم کے ہاں چند دن قیام کیا، اس عرصے میں آپؐ نے وہاں ایک مسجد بنائی جس کا نام "مسجدِ قُباء" ہے۔ اس کے بعد آپ جمعہ کے روز دن چڑھے شہر یثرب کے لیے روانہ ہوئے۔

لطائف علمیہ

یثرب نبی کا مدینہ بن گیا

*

یثرب کے مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ آپؐ ان کے پاس تشریف لا رہے ہیں تو اُن کی خوشی کی انتہا نہ رہی وہ ہتھیار لگا کر یثرب سے قُبا تک راستے کے دونوں طرف صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ آپؐ قُبا سے چل کر بنو سالم کے محلے میں پہنچے تو جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپؐ نے سواری سے اتر کر لوگوں کو خطبہ دیا اور پھر جمعہ پڑھایا۔ نماز کے بعد آپؐ آگے بڑھ کر یثرب میں داخل ہوئے تو ہر طرف جشن کا سماں تھا۔ لڑکے بالے اُچھل کود رہے تھے اور "اللہ اکبر، اللہ اکبر" اور "رسول اللہ، رسول اللہ آئے" کے نعرے لگا رہے تھے۔ بازار اور مکانوں کی چھتیں بچوں اور عورتوں سے پٹی پڑی تھیں۔ بچیاں خوشی کے مارے دف بجا بجا کر آپؐ کی تعریف میں گیت گا رہی تھیں۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ آپؐ اس کے گھر میں قیام فرمائیں۔ لوگ راستے میں جگہ جگہ آپؐ کی اونٹنی کی مہار تھام کر عرض کرتے تھے "یا رسول اللہ ہمارے مہمان بن کے ہمیں عزت بخشیے" آپؐ فرماتے اونٹنی کو چھوڑ دو جس گھر کے سامنے یہ بیٹھ جائے گی وہیں میرا قیام ہو گا۔ اونٹنی حضرت ابو ایوبؓ کے مکان کے سامنے ایک میدان میں رکی اور وہیں بیٹھ گئی۔ حضرت ابو ایوبؓ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ فوراً آپؐ کا سامان اپنے گھر میں

لے گئے اور آپؐ کو اپنا مہمان بنا لیا۔ اس دن سے یثرب کا نام "مدینۃ النبیؐ" پڑ گیا، اس کے معنی ہیں "نبی کا شہر"۔ سن ہجری اسی واقعہ کی یادگار ہے۔

مسجدِ نبویؐ کی تعمیر

جس میدان میں آپؐ کی اونٹنی رُکی تھی وہ دو یتیم بچوں کی زمین تھی چند دن بعد آپؐ نے یہ زمین ان بچوں سے خرید کر وہاں ایک سادہ سی مسجد بنائی۔ اس کو بناتے وقت دوسرے مسلمانوں کے ساتھ آپؐ خود بھی اینٹیں اور گارا ڈھو ڈھو کر لاتے تھے۔ یہ مسجد "مسجدِ نبوی" کے نام سے مشہور ہوئی۔ آج کل یہ بہت بڑی عالی شان مسجد ہے۔

مسجد کے قریب ہی آپؐ نے اپنے لیے چند کوٹھڑیاں بنوائیں جن کو حُجرہ کہتے ہیں۔ سات ماہ بعد آپؐ حضرت ابو ایوبؓ کے گھر سے ان حجروں میں چلے گئے اور اپنے گھر والوں کو بھی مکہ سے بُلا لیا۔

بھائی چارہ

ہجرت کے پانچ چھ ماہ بعد آپؐ نے مہاجرین اور انصار کو ایک جگہ جمع کیا اور ایک ایک مُہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو سر آنکھوں پر جگہ دی اور سگے بھائیوں جیسا سلوک کیا انہوں نے ان کو نہ صرف اپنی آدھی زمین اور دولت بانٹ دی بلکہ کھیتی باڑی میں بھی شریک کیا اور کاروبار میں بھی مدد دی۔

یہودیوں سے معاہدہ

مدینہ میں بہت سے یہودی بھی آباد تھے۔ یہ بڑے دولت مند

لوگ تھے اور مدینہ کے باشندوں پر ان کا بڑا اثر تھا۔ آپؐ مدینہ تشریف لائے تو اس خیال سے کہ یہ لوگ بدامنی پیدا نہ کریں ان سے ایک معاہدہ کیا جس کی بڑی بڑی شرطیں یہ تھیں کہ یہودیوں کو اپنے مذہب پر چلنے کی پوری آزادی ہو گی۔ مسلمان اور یہودی صلح صفائی سے رہیں گے اور مدینہ پر کسی دشمن نے حملہ کیا تو دونوں مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

مدینہ کے مُنافق

مدینہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے لیکن حقیقت میں وہ اسلام کے خلاف تھے۔ زبان پر کچھ اور دل میں کچھ۔ اللہ نے ایسے لوگوں کو مُنافق کا لقب دیا۔ ان کا سردار مدینہ کا ایک دولت مند شخص عبداللہ بن اُبَی تھا۔ ہجرت سے پہلے اس شخص کو مدینہ کے لوگوں نے اپنا بادشاہ بنانے کا فیصلہ کیا تھا اور اس کے لیے تاج بھی بنوا لیا تھا لیکن جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو یہ معاملہ ختم ہو گیا اس لیے وہ آپؐ سے بہت جلتا تھا۔
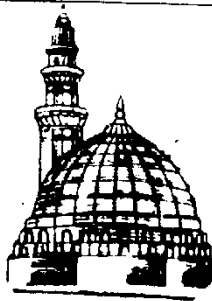
بدر کی لڑائی

(سنہ ۲ ہجری)

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مدینہ آجانے کے بعد بھی قُریش اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے۔ اُن کو اِس بات پر سخت غصہ تھا کہ اب ان کے ظلم کا ہاتھ مسلمانوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ پہلے انہوں نے مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں کو پیغام بھیجا کہ تم مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دو۔ مسلمان چوکس تھے اس لیے دل کے کھوٹے اِن لوگوں کا اُن پر بس نہ چلا۔ اب قریش مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اور تدبیریں سوچنے لگے۔

رسولِ پاکؐ کو ان کے بُرے ارادوں کا علم تھا اس لیے آپؐ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے دستے اِدھر اُدھر بھیجتے رہتے تھے تاکہ قُریش کوئی شرارت نہ کرسکیں اور ان کو یہ پتہ بھی چل جائے کہ مسلمان ان کے شام جانے والے تجارتی قافلوں کو روک سکتے ہیں۔ پھر بھی ایک دفعہ ان کے ایک سردار کُرز بن جابر نے مدینہ کی ایک چراگاہ پر چھاپا مارا اور مسلمانوں کے اونٹ لوٹ کر لے گیا۔ اس واقعہ کے تین چار ماہ بعد مسلمانوں کے ایک دستے سے قُریش کے ایک قافلے کی جھڑپ ہوگئی جس میں قریش کا ایک آدمی مارا گیا اور دو پکڑ لیے گئے۔ اب قُریش نے مدینہ پر حملہ کرنے کا پکّا ارادہ کر لیا

انہوں نے ابوسفیان کی سرداری میں ایک بڑا تجارتی قافلہ شام بھیجا تاکہ وہاں سے اپنے مال کے بدلے میں جو سامان اور منافع ملے اس سے لڑائی کی خوب تیاری کریں۔ جب یہ قافلہ شام سے واپس آ رہا تھا۔ مسلمان اس کو روکنے کے لیے نکلے۔ مکہ والوں کو خبر ملی تو ان کے ایک ہزار بہادر بڑے سازوسامان کے ساتھ قافلے کی مدد کے لیے روانہ ہوئے۔ قافلہ تو بچ کر نکل گیا لیکن قریش کا لشکر مدینہ کی طرف بڑھتا ہی چلا گیا۔

مدینہ سے اسّی میل جنوب مغرب کی طرف بدر کے مقام پر ان کا سامنا مسلمانوں سے ہوا۔ قریش کی فوج کے پاس سات سو اونٹ، سو گھوڑے اور بے شمار ہتھیار تھے اور مکہ کے بڑے بڑے سردار اور نامی بہادر اس فوج میں شامل تھے۔ اُدھر مسلمان صرف تین سو تیرہ تھے۔ پورے لشکر میں دو یا تین گھوڑے تھے اور ستر سواری کے اونٹ۔ پھر بہت سے مسلمانوں کے پاس پورے ہتھیار بھی نہیں تھے مگر اُن کے ایمانی جوش کا یہ حال تھا کہ راستے میں جب رسولِ پاکؐ نے ان کی رائے لی تو حضرت مقدادؓ نے اٹھ کر کہا:

"یا رسول اللہ ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ تو اور تیرا رب جاکر لڑے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ خدا کی قسم جب تک ہمارے دَم میں دَم ہے ہم آپ کے دائیں لڑیں گے اور بائیں لڑیں گے، آگے لڑیں گے اور پیچھے لڑیں گے۔"

لڑائی شروع ہونے سے پہلے رسولِ پاکؐ نے بڑی عاجزی سے دعا مانگی:

"یا اللہ اگر یہ تھوڑے سے مسلمان مارے گئے تو پھر قیامت تک تجھے پوچھنے والا کوئی نہ ہوگا۔ الٰہی تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کر۔"

اس زمانے میں رواج تھا کہ پہلے ایک ایک دو دو آدمی میدان میں نکل کے لڑتے پھر عام لڑائی شروع ہوتی۔ قریش کی طرف سے لشکر کا سردار عتبہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو ساتھ لے کر نکلا۔ ادھر سے تین انصاری بڑھے۔ عتبہ نے انہیں دیکھا تو پکارا "اے محمدؐ یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہماری قوم کے لوگ ہمارے مقابلے پر بھیجو۔" اب آپؐ کے حکم پر حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ بن حارث میدان میں اترے۔ لڑائی شروع ہوئی تو حضرت حمزہؓ نے عتبہ کو اور حضرت علیؓ نے ولید کو قتل کر دیا لیکن حضرت عبیدہؓ شیبہ کے ہاتھ سے زخمی ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر شیبہ کو بھی قتل کر دیا اور زخمی عبیدہؓ کو میدان سے اٹھا لائے۔

اب عام لڑائی شروع ہو گئی۔ مسلمان بڑی بہادری سے لڑے اور اپنے سے تین گنا کافروں کو شکست دی۔ قریش کے ستّر آدمی مارے گئے جن میں ان کے بڑے بڑے سردار بھی شامل تھے۔

ابوجہل کو دو انصاری نوجوانوں معاذؓ اور معوّذؓ نے ڈھونڈ کر قتل

گیا، کیونکہ انہوں نے سنا تھا کہ وہ رسولِ پاکؐ کو گالیاں دیتا ہے۔ ستّر آدمیوں کو مسلمانوں نے قید کر لیا۔ ان قیدیوں کو انہوں نے بڑے آرام سے رکھا جو کچھ گھر میں پکتا ان کے سامنے لا رکھتے اور خود کھجوریں کھا کر گزارہ کر لیتے۔ دولت مند قیدیوں کو ان کے رشتہ دار ایک خاص رقم جسے فدیہ کہا جاتا ہے، دے کر چھڑا لے گئے۔ پڑھے لکھے غریب قیدیوں سے کہا گیا کہ وہ دس دس مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ جو قیدی غریب تھے اور لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے ان کو ویسے ہی آزاد کر دیا گیا۔

بَدر کی لڑائی ہجرت کے دوسرے سال رمضان کے مہینے میں ہوئی۔

اس شِکَست کی خبر مکہ پہنچی تو ہر طرف کُہرام مچ گیا۔ بَدر میں جو کافر مارے گئے تھے ان کی رشتہ دار عورتیں ان کے بَین کرتیں اور مَردوں کو اُن کا بدلہ لینے پر اُکساتیں۔ اُن کے بَین اور طعنے سُن سُن کر قُریش نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے زور شور سے تیاریاں شروع کر دیں۔

اُحُدُ کی لڑائی

(۳ہجری)

ہجرت کے تیسرے سال شوال کے مہینے میں مکّہ کے تین ہزار کافر مدینہ پر حملہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کے سپہ سالار ابوسفیان تھے۔ اس لشکر کے ساتھ ابوسفیان کی بیوی ہندہ اور بہت سی دوسری عورتیں بھی تھیں، جو مردوں کو جوش دلانے کے لیے دَف بجا بجا کر جنگی گیت گاتی تھیں کافروں نے مدینہ سے تین میل دور اُحُدُ پہاڑ کے قریب ڈیرے ڈال دیئے۔ رسولِ پاکؐ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ ان کے مقابلے کے لیے شہر سے نکلے۔ راستے میں عبداللہ بن اُبَیّ تین سَو منافقوں کو اپنے ساتھ لے کر واپس چلا گیا اور آپؐ کے ساتھ صرف سات سَو سچے مسلمان رہ گئے۔ آپؐ نے مسلمانوں کی صفیں اس طرح باندھیں کہ ان کے پیچھے اُحُدُ پہاڑ تھا اور سامنے دشمن۔

اس پہاڑ میں ایک درّہ تھا۔ آپؐ نے پچاس تیر انداز اس درّے پر کھڑے کر دیئے تاکہ دشمن اس درّے کے راستے مسلمانوں پر پچھلی طرف سے حملہ نہ کر دے۔ پہلے ایک ایک دو دو آدمیوں نے ایک دوسرے کا مقابلہ کیا اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوئی تو بہادر مسلمانوں نے اپنی تعداد سے چوگنے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے اور

سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ درّے پر جو تیر انداز کھڑے تھے انہوں نے سوچا کہ اب یہاں کھڑے رہنے کا کیا فائدہ ہے۔ چنانچہ ان میں سے بہت سے آدمی درّے سے ہٹ گئے۔ یہ دیکھ کر کافروں کے ایک سوار دستے نے خالد بن ولید کی سرداری میں درّے میں سے گزر کر مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا جو بھاگ جانے والے دشمنوں کا مال جمع کر رہے تھے۔ قریش کے جو آدمی بھاگے جا رہے تھے اب وہ بھی پلٹ پڑے اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔ اس اچانک حملے سے سوائے چند ایک کے باقی سب مسلمان اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ رسول پاکؐ کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے کہ وحشی نام کے ایک حبشی غلام نے قریش سے انعام لینے کے لالچ میں گھات لگا کر ان پر اپنا نیزہ پھینکا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ بدر کی لڑائی میں ہندہ کا باپ بھائی اور چچا مارے گئے تھے اس نے اپنا دل ٹھنڈا کرنے کے لیے حضرت حمزہؓ کے کان ناک کاٹ کر ان کا ہار بنایا اور گلے میں ڈال پھر ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا کر تھوک دیا۔ ایک کافر نے رسولِ پاکؐ پر پتھر پھینکا جس سے آپؐ کے دو دانت شہید ہو گئے۔ ایک اور کافر نے تلوار کا وار کر کے آپؐ کو زخمی کر دیا۔ اس موقع پر بہت سے مسلمانوں نے آپؐ پر اپنی جانیں قربان کر دیں۔ اتنے میں کسی نے خبر اڑا دی کہ آپؐ شہید ہو گئے جو مسلمان دور تھے وہ یہ خبر سن کر سناٹے میں آ گئے لیکن جلد ہی انہوں نے آپؐ کو دیکھ

لیا اور سمٹ کر آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ پھر آپؐ کو ساتھ لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ کافروں نے بھی پہاڑ پر چڑھنا چاہا لیکن مسلمانوں نے پتھر لڑھکا لڑھکا کر انہیں بھگا دیا۔ اس لڑائی میں ستّر مسلمان شہید ہوئے ان میں ۶۶ انصار اور ۴ مہاجر تھے۔ کافروں نے اتنی کامیابی کو کافی سمجھا اور میدان چھوڑ کر واپس چل پڑے۔ مسلمانوں نے آٹھ میل تک ان کا پیچھا کیا لیکن وہ بھاگ گئے۔ آپؐ نے لڑائی میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو اُحُد کے میدان میں ہی دفن کیا اور پھر واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ اتنی زیادہ تعداد میں مسلمانوں کی شہادت سے آپؐ کو صدمہ تو بہت ہوا لیکن آپؐ نے صبر سے کام لیا اور قریش کی ہدایت کے لیے دعا کی۔

کافروں کی دھوکے بازی

اُحُد کی لڑائی کے کچھ عرصہ بعد قبیلہ عضل اور قبیلہ قارہ کے چند لوگ مدینہ آئے اور آپؐ سے مل کر کہا کہ ہمارے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا ہے آپؐ چند مسلمانوں کو ہمارے ساتھ کر دیجئے جو ہمارے قبیلے کو اسلام کی باتیں سکھائیں۔ آپؐ نے اپنے دس پیارے ساتھی اُن کے ساتھ کر دیئے۔ جب یہ اصحاب رجیع کے مقام پر پہنچے تو قبیلہ لحیان کے دو سَو تیر چلانے والوں نے ان کو گھیر لیا۔ مسلمانوں نے مقابلہ کیا لیکن دو کے سوا سب شہید ہو گئے۔ یہ دو حضرت خُبَیبؓ بن عدی انصاری اور حضرت زیدؓ بن دِثنہ انصاری تھے۔ غدّار کافروں

ان دونوں کو مکّہ لے جاکر قریش کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ قریش نے کچھ مدت ان کو قید رکھا اور پھر بڑی بے رحمی سے دونوں کو سولی دے کر شہید کر ڈالا۔ دونوں نے سولی پانے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کی۔ قریش نے حضرت خبیبؓ سے پوچھا تم کو خدا کی قسم سچ سچ بتاؤ کیا تم پسند کرو گے کہ تمہاری بجائے محمدؐ کو قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے فوراً کہا خدا کی قسم میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا چبھے اور میں گھر میں بیٹھا رہوں۔ ابوسفیان نے حضرت زیدؓ سے بھی ایسا ہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت خبیبؓ نے دیا۔

ہجرت کے چوتھے سال صفر کے مہینے میں ایسا ہی دردناک ایک اور واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ قبیلہ کلاب کا ایک رئیس ابوبراء رسول پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے درخواست کی کہ اپنے کچھ ساتھی میرے ساتھ بھیجیں تاکہ وہ میری قوم میں جاکر اسلام پھیلائیں ان کی حفاظت میرے ذمہ ہے۔ آپؐ نے اپنے ستر پیارے ساتھیوں کو اس کے ساتھ کر دیا۔ ان میں بہت سے قرآنِ پاک کے حافظ تھے۔ یہ اصحاب بنو سُلیم کے علاقے میں مَعُونہ نام کے ایک کنوئیں کے پاس پہنچے تو ایک نجدی قبیلہ بنو عامر کے سردار طفیل بن عامر نے ایک کے سوا سب کو گھیر کر شہید کر دیا۔ بچ جانے والے صحابی حضرت عمروؓ بن اُمیّہ تھے انہوں نے مدینہ پہنچ کر آپؐ کو اس دردناک واقعہ کی اطلاع دی بعض روایتوں کے مطابق یہ دونوں واقعے صفر سنہ ۴ ھ میں پیش آئے۔

مُریسیع کی لڑائی

(۵ھ ہجری)

مدینہ سے تقریباً ۹۰ میل جنوب مغرب میں مُریسیع نام کا ایک چشمہ تھا جس کے قریب قبیلہ خُزاعہ کی ایک شاخ بنو مُصطلِق آباد تھی۔ رجب ۵ھ ہجری میں رسولِ پاکؐ کو اطلاع ملی کہ بنو مُصطلِق کا سردار حارث بن ابی ضرار مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ آپؐ مسلمانوں کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر شعبان کے شروع میں بنو مُصطلِق کے سر پر پہنچ گئے۔ انہوں نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ ان کے گیارہ آدمی مارے گئے اور چھ سَو مسلمانوں کے ہاتھ قید ہو گئے۔ ان میں حارث کی بیٹی جُویریہؓ بھی تھیں۔ آپؐ نے آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ اُن کا لحاظ کرتے ہوئے مسلمانوں نے دوسرے سب قیدی بھی چھوڑ دیئے۔
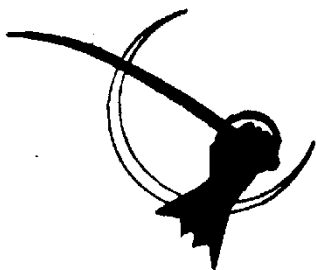
خندق کی لڑائی
(۵ ہجری)

مدینہ کے یہودیوں نے مسلمانوں سے صلح کا معاہدہ تو کر رکھا تھا لیکن اُن کے دل میں کھوٹ تھا اور وہ آئے دن مسلمانوں کے خلاف کوئی نہ کوئی شرارت کرتے رہتے تھے۔ جب ان کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو بدر کی لڑائی کے ایک ماہ بعد رسولِ پاکؐ نے ان کے ایک مغرور اور گستاخ قبیلے بنو قَینُقَاع کے قلعے کو گھیر لیا۔ پندرہ دن کے بعد انہوں نے ہار مان لی۔ آپؐ نے ان کو مدینہ سے نکل جانے کی سزا دی۔ اس کے بعد یہودیوں کے دوسرے بڑے قبیلے بنو نُضَیر نے مکّہ کے کافروں سے ساز باز کی اور ایک دفعہ آپؐ کو دھوکے سے شہید کرنے کی سازش بھی کی۔ اُحُد کی لڑائی کے بعد مسلمانوں نے ان کے قلعے کو بھی گھیر لیا۔ پندرہ دن کے بعد انہوں نے بھی ہتھیار پھینک دیئے۔ آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ اپنا مال واسباب لے کر فوراً مدینہ سے نکل جاؤ۔ یہ لوگ آٹھ منزل دور ایک شہر خیبر میں چلے گئے جہاں یہودیوں کے بڑے بڑے قلعے موجود تھے۔ وہاں سے انہوں نے سارے عرب میں مسلمانوں کے خلاف اپنی سازشوں کا جال پھیلا دیا اور مکّہ کے قریش اور کئی دوسرے قبیلوں کو مسلمانوں سے لڑنے پر ابھارا۔ اس طرح سارے اسلام دشمن

گروہوں نے ایکا کر کے دس ہزار کا لشکر تیار کر لیا۔ یہ لشکر ابوسفیان کی سرداری میں ذی قعدہ ۵ھ ہجری میں مدینہ کی طرف بڑھا رسولِ پاکؐ کو خبر ملی تو آپؐ نے شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کے مقابلے کا فیصلہ کیا۔ شہر کے تین طرف تو باغ اور مکان تھے صرف ایک طرف کھلا میدان تھا۔ آپؐ کے ایک ایرانی صحابی حضرت سلمان فارسیؓ نے رائے دی کہ کھلی طرف ایک خندق (کھائی) کھود کر شہر کا بچاؤ کیا جائے۔ یہ رائے سب کو پسند آئی چنانچہ تین ہزار مسلمانوں نے مل کر بیس دنوں میں بڑی چوڑی اور گہری خندق کھود لی۔ خود رسولِ پاکؐ نے اس کام میں حصہ لیا۔

کافر بیس دن تک مدینہ کو گھیرے پڑے رہے۔ شہر میں خوراک کی کمی تھی اس لیے مسلمانوں پر کئی کئی فاقے گزر جاتے خود رسول پاکؐ تین دن بھوکے رہے۔ کافروں نے تین چار بار خندق پار کرنے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں نے تیر اور پتھر برسا کر انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ ایک دن دشمن کے چار گھڑ سواروں نے خندق پار کر لی، ان میں عرب کا نامی بہادر عمرو بن عبدِ وُدّ بھی تھا۔ حضرت علیؓ نے اسے اور اس کے ایک ساتھی کو قتل کر دیا باقی دو بھاگ گئے۔ سب سے بڑا خطرہ یہودی کے قبیلے بنو قُریظہ سے تھا جو مدینہ کے اندر آباد تھا اور در پردہ دشمنوں سے مل گیا تھا۔ ان کو کسی شرارت سے روکنے کے لیے آپؐ نے دو سو آدمی ان کے محلے کے سامنے بٹھا دیئے۔

خدا کی قدرت چند دن کے بعد دشمنوں میں پھوٹ پڑ گئی اور پھر ایک سخت سرد رات کو ایسی تیز آندھی چلی کہ دشمنوں کے خیمے گر گئے اور ان کی ہانڈیاں چولھوں سے الٹ گئیں اس سے وہ ایسے گھبرائے کہ محاصرہ اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے بھاگنے کے بعد مسلمانوں نے بنو قُریظہ کے غدار یہودیوں کو گھیر لیا۔ وہ زیادہ دن مقابلے پر نہ ٹھہر سکے اور مسلمانوں کے قیدی بن گئے۔ ان میں جو لڑنے کے قابل تھے غدّاری کی سزا میں قتل کر دیئے گئے۔

خندق کی لڑائی کو قرآنِ پاک میں اَحزاب کی لڑائی کہا گیا ہے۔ اُحزاب "حِزب" کی جمع ہے جس کے معنی جماعت یا گروہ کے ہیں۔ چونکہ اس میں عرب کے بہت سے گروہوں نے مل کر مدینہ پر حملہ کیا تھا اس لیے اس کو اَحزاب کی لڑائی کا نام دیا گیا۔

حُدَیبیہ کی صُلح

(ذی قعدہ ۶ھ ہجری)

مسلمانوں کو خانۂ کعبہ سے بڑی مَحبّت تھی اور وہ چھ سال سے اس کی زیارت اور طواف کے لیے تڑپ رہے تھے۔ ہجرت کے چھٹے سال ذیقعدہ کے مہینے میں رسولِ پاکؐ چودہ سو مسلمانوں کو ساتھ لے کر مکّہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قربانی کے جانور بھی ساتھ تھے اور آپؐ کا ارادہ صرف کعبہ کی زیارت اور طواف کا تھا۔ لڑنے کا خیال تک نہ تھا اس لیے آپؐ نے مسلمانوں کو نیام میں ڈالی ہوئی تلواروں کے سوا کوئی ہتھیار لینے سے منع کر دیا تھا۔ اُدھر قُریش کو مسلمانوں کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ لڑنے مرنے پر تُل گئے اور مسلمانوں کو ہر قیمت پر مکّہ میں داخل ہونے سے روکنے کا فیصلہ کرلیا۔ ان کے بہت سے جوان مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لیے نکل پڑے۔ رسولِ پاکؐ کو قُریش کے ارادے کی اطلاع ملی تو آپؐ راستہ بدل کر مکّہ سے چند میل دُور حُدَیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے اور وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ حدیبیہ سے آپؐ نے قُریش کو پیغام بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے بلکہ صرف کعبہ کی زیارت اور طواف کرنا چاہتے ہیں۔

اس وقت طائف کے ایک رئیس عُروہ بن مسعود مکّہ میں موجود تھے۔ قُریش ان کو بہت مانتے تھے وہ قُریش کی طرف سے آپؐ سے بات چیت کرنے حدیبیہ آئے۔ آپؐ نے ان سے بھی وہی بات کہی جو قُریش کے نام اپنے پیغام میں کہی تھی۔ عروہ مکّہ واپس گئے تو قُریش سے کہا کہ بھائیو! میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں لیکن کسی بادشاہ کی اتنی عزّت ہوتے نہیں دیکھی جتنی محمّدؐ کے ساتھی اُن کی کرتے ہیں۔ وہ کوئی حُکم دیتے ہیں تو سب اس کو ماننے کے لیے دوڑ پڑتے ہیں۔ وہ بات کرتے ہیں تو سب خاموش ہو جاتے ہیں۔ وہ وضو کرتے ہیں تو اس کے پانی کو وہ اپنے ہاتھوں اور چہروں پر مَل لیتے ہیں۔ میرے خیال میں بہتر یہی ہے کہ تم مسلمانوں سے صلح کر لو۔

قُریش نے عُروہ کی بات نہ مانی۔ آپؐ نے پھر ان کے پاس ایک قاصد بھیجا لیکن قُریش نے اس سے بدسلوکی کی۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے پیارے ساتھی اور داماد حضرت عثمانِ غنیؓ کو مکّہ بھیجا۔ قُریش نے انہیں اپنے پاس روک لیا۔ اُدھر حُدَیبیہ میں خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ کو قُریش نے شہید کر ڈالا۔ رسولِ پاکؐ نے یہ سنا تو ببول کے ایک درخت تلے بیٹھ کر اپنے تمام ساتھیوں سے عہد لیا کہ ہم عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ اس عہد یا بیعت کو "بیعتِ رضوان" کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ نے یہ بیعت کرنے والوں کو اپنے راضی ہونے کی خوشخبری دی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر غلط تھی لیکن مسلمانوں کے جوش اور حوصلہ کو دیکھ کر قُریش ہمت ہار گئے اور انہوں نے چند شرطوں پر مسلمانوں سے دس سال کے لیے صلح کر لی۔ بڑی بڑی شرطیں یہ تھیں:

۱۔ مسلمان اس سال واپس جائیں اور اگلے سال صرف تین دن کے لیے آئیں۔ ان کے پاس میان کے اندر ڈالی ہوئی تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہ ہو۔

۲۔ قُریش کا کوئی آدمی مسلمان ہو کر مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے اور اگر کوئی مسلمان مدینہ چھوڑ کر مکّہ آجائے تو وہ واپس نہ کیا جائے گا۔

۳۔ عرب کے قبیلوں کو اختیار ہو گا کہ وہ قُریش یا مسلمانوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ کر لیں۔

یہ شرطیں گو ظاہر میں مسلمانوں کے خلاف تھیں لیکن اللہ نے ان کو مسلمانوں کی کھُلی فتح قرار دیا کیونکہ قُریش نے اسلام کی راہ میں روڑا نہ بننے کا عہد کر لیا تھا اور یہی مسلمانوں کی فتح تھی۔

بادشاہوں کو اسلام کا بُلاوا

(سنہ ۶ ہجری)

حدیبیہ کی صلح کے بعد مسلمانوں کو کچھ اطمینان ہوا تو رسولِ پاکؐ نے اپنے چند پیارے ساتھیوں کو اسلام کی دعوت کے خط دے کر عرب کے رئیسوں اور پڑوسی مُلکوں کے بادشاہوں کے پاس بھیجا۔ حضرت عمروؓ بن اُمیہ حبش کے (نجاشی) کے پاس خط لے کر گئے۔ نجاشی پہلے ہی اسلام قبول کر چکا تھا اُس نے بڑے ادب سے رسولِ پاکؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو آنکھوں سے لگایا اور حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر دوبارہ اسلام کی بیعت کی

حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ مصر کے بادشاہ (مقوقس) کے پاس خط لے کر گئے۔ اس نے اسلام تو قبول نہ کیا لیکن حضرت حاطبؓ کی بہت عزت کی اور ان کے ہاتھ بہت سے تحفے رسولِ پاکؐ کے لیے بھیجے۔ حضرت عبداللہؓ بن حُذافہ شاہِ ایران خسرو پرویز کے پاس گئے وہ بڑا مغرور اور بدتمیز شخص تھا اُس نے آپؐ کے خط کو پھاڑ کر پُرزے پُرزے کر دیا۔ آپؐ کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا اللہ اسی طرح اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

روم کا بادشاہ جسے قیصر یا ہرقل کہا جاتا تھا۔ اس کے پاس حضرت دحیہ کلبیؓ خط لے کر گئے۔ قیصر اس زمانے میں بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ اس

نے خط پڑھ کر حکم دیا کہ عرب کا کوئی تاجر اس علاقے میں موجود ہو تو اسے میرے سامنے حاضر کرو۔ اتفاق سے قریش کے سردار ابوسفیانؓ تجارت کے لیے غزہ گئے ہوئے تھے۔ قیصر کے ملازموں نے انہیں غزہ سے لے جا کر اس کے سامنے پیش کر دیا۔ قیصر نے ان سے رسولِ پاکؐ کے بارے میں بہت سے سوال کیے۔ ابوسفیانؓ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن قیصر کے سامنے انہیں کوئی غلط بات کہنے کی جرأت نہ ہوئی اور انہوں نے صاف صاف کہا کہ رسولِ پاکؐ کا خاندان نہایت عزت والا ہے، اُن کے ماننے والے روز بروز بڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، وہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ ایک خدا کو مانو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، سچ بولو، نماز پڑھو، رشتہ کا حق ادا کرو، پرہیزگاری اختیار کرو۔

ابوسفیانؓ کے جواب سن کر قیصر بول اٹھا کہ اگر میں وہاں جا سکتا تو اُن (رسولِ پاکؐ) کے پاؤں دھوتا۔ قیصر کی یہ بات اس کے درباریوں کو اچھی نہ لگی۔ وہ بھی ان کی ناراضی کو بھانپ گیا اور چُپ ہو گیا۔ جب وہ دربار سے چلے گئے تو اس نے حضرت دِحیہ کلبیؓ سے تنہائی میں کہا کہ میں جانتا ہوں تمہارے پیغمبر اپنے دعوے میں سچے ہیں لیکن میں اپنی جان اور حکومت کے خوف سے ان کا مذہب اختیار نہیں کر سکتا۔

عرب کے جن رئیسوں کے پاس آپؐ کے خط گئے ان میں سے بعض نے اسلام قبول کر لیا اور بعض اپنے مذہب پر قائم رہے۔

خیبر کی لڑائی
(شروع سنہ ۷ ہجری)

حجاز کے شمال میں خیبر کا شہر عرب کے یہودیوں کا بہت بڑا گڑھ تھا وہاں انھوں نے سات آٹھ مضبوط قلعے بنا رکھے تھے جن میں بیس ہزار سپاہی رہتے تھے۔ بنو نضیر کے یہودیوں کو مدینہ سے نکالا گیا تو وہ بھی یہیں آکر آباد ہو گئے تھے۔ یہ لوگ اسلام کے سخت دشمن تھے۔ خندق کی لڑائی بھی انہی کی شرارت سے ہوئی تھی اب وہ پھر عربوں کے ایک بڑے قبیلے غطفان کو ساتھ ملا کر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ رسولِ پاکؐ کو ان کے ارادوں کی خبر ملی تو آپؐ سولہ سو[۱۶۰۰] مسلمانوں کو ساتھ لے کر خیبر پر حملہ کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مسلمانوں نے خیبر پہنچتے ہی یہودیوں کے قلعوں کو گھیر لیا۔ اور قلعے تو ایک ایک کر کے بہت جلد فتح ہو گئے لیکن ایک قلعہ جس کا نام قموص تھا، فتح ہونے میں نہیں آتا تھا اس کا سردار ایک مشہور یہودی بہادر مرحب تھا۔ رسولِ پاکؐ کے کئی پیارے ساتھیوں نے باری باری فوج لے کر اس قلعہ پر حملہ کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ ایک دن شام کو آپؐ نے فرمایا کہ کل میں خدا اور رسول کے پیارے ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا۔ دوسرے دن تڑکے ہی آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلوا

بھیجا۔ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں اور وہ اپنے خیمے میں پڑے تھے۔ وہ حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنا مبارک تھوک لگایا جس سے آنکھوں کا درد دُور ہو گیا۔ پھر آپؐ نے ان کو جھنڈا دیا، ان کے حق میں دعا فرمائی اور قموص پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ فوراً قموص کی طرف بڑھے۔ مرحب جو شیلے شعر پڑھتا ہوا خود ان کے سامنے آیا لیکن حضرت علیؓ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس نامی بہادر کو مار ڈالا۔ پھر وہ فوج کو لے کے آگے بڑھے اور یہودیوں کو ریلتے دھکیلتے قلعہ کا دروازہ توڑ کر اندر گھس گئے۔ اس طرح قموص دیکھتے ہی دیکھتے فتح ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی خیبر کی لڑائی ختم ہو گئی۔ اس لڑائی میں ۹۳ یہودی مارے گئے اور پندرہ مسلمان شہید ہوئے۔ فتح کے بعد رسولِ پاکؐ نے چند روز خیبر میں قیام کیا۔ یہودیوں کی شرارتوں کی وجہ سے مسلمانوں کو ان پر بہت غصہ تھا لیکن آپؐ بہت رحم دل تھے اس لیے آپؐ نے ان سے بہت نرم سلوک کیا اور اس شرط پر صلح کر لی کہ یہودی خیبر کی آدھی پیداوار ہر سال مسلمانوں کو دیا کریں گے۔

جو مسلمان کافروں کے ظلم سے تنگ آکر حبش چلے گئے تھے ان میں سے کچھ تو پہلے ہی واپس آگئے تھے باقی اس وقت واپس پہنچے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ ان میں آپ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی تھے۔ مسلمانوں کو ان کے آنے سے دوہری خوشی ہوئی، ایک خیبر فتح ہونے کی اور دوسری کئی سال کے بعد اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں سے ملنے کی۔

عُمرہ

(ذی قعدہ سنہ ۷ ہجری)

حج کے لیے تو ہر سال ذوالحجہ کے مہینے میں خاص دن مقرر ہیں۔ اِن دنوں کے علاوہ اگر کسی وقت خانۂ کعبہ کا طواف کیا جائے تو اس کو عمرہ کہتے ہیں۔ یہ ایک قسم کا چھوٹا حج ہے اس میں کعبہ کے گرد گھوما جاتا ہے اور صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان تیز تیز چل کر کچھ دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔

حدیبیہ میں قریش سے جو صلح ہوئی تھی اس میں فیصلہ ہوا تھا کہ مسلمان اگلے سال تین دن کے لیے مکہ آ کر عمرہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ذی قعدہ سنہ ۷ھ میں رسولِ پاکؐ بہت سے مسلمانوں کو ساتھ لے کر مکہ تشریف لے گئے۔ قریش شہر سے باہر نکل گئے اور مسلمانوں نے بڑے جوش و خروش اور دلی خوشی کے ساتھ عمرہ ادا کیا۔ شرط کے مطابق تین دن پورے ہونے پر آپؐ مسلمانوں کو لے کر شہر سے نکل آئے اور مدینہ کی طرف کوچ کر دیا۔

مُوتہ کی لڑائی

(جمادی الاولیٰ ۸ھ ہجری)

حدیبیہ کی صلح کے بعد رسول پاکؐ نے بادشاہوں اور رئیسوں کو خط لکھے تو ایک خط اپنے ایک پیارے ساتھی حارثؓ بن عمیر کے ہاتھ بُصریٰ کے عیسائی حاکم کو بھی بھیجا۔ وہ خط پہنچا کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں بلقاء کے رئیس شرحبیل بن عمرو غسانی نے انہیں شہید کر ڈالا۔ قاصدوں کو قتل کرانا بہت بُرا کام ہے۔ آپؐ کو یہ خبر سن کر بہت صدمہ ہوا اور آپؐ نے اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو تین ہزار فوج دے کر حضرت حارثؓ کا بدلہ لینے کے لیے روانہ کیا۔ ساتھ ہی ہدایت کی کہ زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب لشکر کے سردار ہوں گے، وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ سردار ہوں گے۔ اِدھر شُرحبیل نے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے ایک لاکھ فوج جمع کر لی۔ اتفاق سے اس وقت روم کا بادشاہ بھی ایک بڑی فوج کے ساتھ اس علاقے میں موجود تھا اور شرحبیل کی مدد کر رہا تھا۔ شام کے ایک گاؤں مُوتہ کے قریب مسلمانوں اور رومیوں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمان بڑی بہادری سے لڑے اور بہت سے رومی ہلاک کر ڈالے لیکن رومیوں کی تعداد مسلمانوں سے چونتیس گنا تھی اس لیے وہ کم ہونے میں نہیں آتے تھے۔ حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ جان توڑ کر لڑے

اور بے شمار زخم کھا کر باری باری شہید ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور اس بہادری سے لڑے کہ دشمن کو پیچھے دھکیل دیا اور مسلمانوں کو دشمن کے گھیرے سے صاف بچا کے لے آئے۔ اس لڑائی میں حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں اور رسول پاکؐ نے انہیں سَیفُ اللہ یعنی اللہ کی تلوار کا لقب دیا۔ حضرت خالدؓ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ پہلے وہ قریش کے نامی بہادر تھے۔ اس کے بعد اسلام کے بہت بڑے جرنیل بن گئے۔
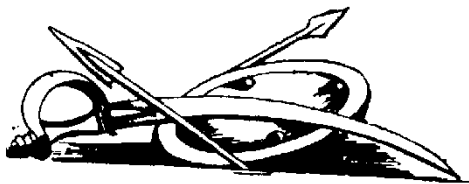
مکّہ کی فتح

(رمضان ۸ھ ہجری)

حدیبیہ کی صلح کی ایک شرط یہ تھی کہ جو قبیلے قریش کے دوست بننا چاہیں وہ قریش کے دوست بن جائیں اور جو مسلمانوں سے دوستی کرنا چاہیں وہ مسلمانوں سے دوستی کرلیں اور جس طرح قریش اور مسلمان دس سال تک ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے اسی طرح ان کے دوست قبیلے بھی ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے۔

اس معاہدہ کے مطابق عربوں کا ایک قبیلہ خزاعہ مسلمانوں کا دوست بن گیا اور ایک دوسرا قبیلہ بکر قریش کا ساتھی بن گیا۔ان دونوں قبیلوں میں مدت سے دشمنی چلی آرہی تھی۔ ڈیڑھ سال تک تو وہ امن سے رہے پھر ایک دن قبیلۂ بکر نے اچانک قبیلۂ خزاعہ پر حملہ کردیا اور بڑی بے رحمی سے ان کی عورتوں اور بچوں کو قتل کیا۔ قریش کے لوگوں نے بھی بنو بکر کی مدد کی۔ بنو خزاعہ نے بھاگ کر کعبہ میں پناہ لی۔ وہاں خون بہانا حرام ہے لیکن بنو بکر نے ان کو کعبہ کے اندر بھی قتل کیا۔ قریش نے شروع سے اخیر تک بنو بکر کا ساتھ دیا۔ بنو خزاعہ کے چالیس آدمی مدینہ پہنچے اور رسولِ پاکؐ سے بنو بکر اور قریش کے ظلم کے خلاف فریاد کی۔ اس ظلم کا حال سن کر آپؐ کو بہت دُکھ ہوا۔ آپؐ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا کہ خزاعہ کے جو لوگ مارے

لئے ان کے خون کا بدلہ دو یا پھر بنو بکر کا ساتھ چھوڑ دو۔ اگر یہ دونوں شرطیں منظور نہیں تو اعلان کر دو کہ حدیبیہ کی صلح ختم ہو گئی۔ قریش کے جوشیلے لوگوں نے بڑے غرور کے ساتھ کہہ دیا کہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے لیکن قاصد کے جانے کے بعد وہ بہت پچھتائے اور اپنے سردار ابو سفیانؓ کو مدینہ بھیجا کہ حدیبیہ کی صلح کو پھر سے تازہ کر لیں لیکن رسول پاکؐ اس پر راضی نہ ہوئے۔

آپؐ نے مسلمانوں کو لڑائی کی تیاری کا حکم دیا لیکن احتیاط رکھی کہ قریش کو اس کی خبر نہ ہونے پائے۔ ۱۰ رمضان ۸ھ ہجری کو آپؐ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور مکہ سے چند میل دور "مرالظہران" کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ قریش کے کانوں میں مسلمانوں کے آنے کی بھنک پڑی تو انہوں نے ابو سفیانؓ اور دو دوسرے سرداروں کو ٹوہ لگانے کے لیے بھیجا۔ اتفاق سے ان کو راستے میں رسول پاکؐ کے چچا حضرت عباسؓ مل گئے جو آپؐ سے مل کر واپس آ رہے تھے۔ حضرت عباسؓ نے ان کو بتایا کہ مسلمانوں کا لشکر آ پہنچا ہے اب قریش کی خیر نہیں۔ ابو سفیانؓ گھبرا گئے اور ان سے مشورہ پوچھا۔ انہوں نے کہا تم میرے ساتھ چلے آؤ۔ وہ حضرت عباسؓ کے ساتھ چل پڑے۔ راستے میں حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھ لیا اور تلوار لے کر ان پر جھپٹے لیکن حضرت عباسؓ نے انہیں بچا لیا اور لے جا کر رسول پاکؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ابو سفیانؓ نے مسلمانوں کو بہت دکھ دیئے تھے لیکن

جب وہ آپؐ کے سامنے آئے اور اپنے کیے پر شرمندگی ظاہر کی تو آپؐ نے انھیں نہ صرف بالکل معاف کر دیا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ تم مکہ جاکر میری طرف سے اعلان کر دو کہ جو شخص تمہارے (ابوسفیانؓ کے) گھر میں یا خانۂ کعبہ میں پناہ لے گا اس کو امن ہے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرے گا اس کو بھی امن ہے۔

انہوں نے مکہ جاکر یہی اعلان کر دیا۔ دوسرے دن اسلامی لشکر بڑی شان وشوکت سے مکہ میں داخل ہوا۔ قریش کو مقابلہ کرنے کی ہمت نہ پڑی ہاں کچھ جوشیلے جوانوں نے مسلمانوں کے ایک دستے کو روکا اور دو مسلمانوں کو شہید کر ڈالا لیکن جب مسلمانوں نے تلوار نکالی تو وہ پندرہ بیس لاشیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

مکہ میں داخل ہوکر آپؐ سیدھے کعبہ کی طرف چلے۔ سات بار اللہ کے گھر کے گرد پھیرے پھر اس میں رکھے ہوئے سب بتوں کو توڑ کر باہر پھینک دیا اور دیواروں پر نبیوں کی جو تصویریں بنی ہوئی تھیں ان کو بھی مٹا ڈالا۔ اس کے بعد آپؐ نے کعبہ کے اندر داخل ہوکر دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر آپؐ نے قریش کو بلوا بھیجا، وہ حاضر ہو گئے اور گردنیں جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے پہلے ان کے سامنے اثر میں ڈوبا ہوا خطبہ دیا پھر ان سے پوچھا: "تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟"

سب نے جواب دیا "آپ ہمارے شریف بھائی اور شریف بھتیجے ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "آج تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب

زاد ہو۔"

یہ وہی لوگ تھے جو سالہا سال تک آپؐ کو ستاتے رہے
تھے۔ کوئی ظلم ایسا نہ تھا جو انہوں نے مسلمانوں پر نہ توڑا ہو۔ یہاں تک
کہ انہیں گھر بار اور وطن چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ آپؐ چاہتے تو ان
کی تکا بوٹی کرا ڈالتے لیکن آپؐ سارے جہانوں کے لیے رحمت بن
کر آئے تھے۔ آپؐ نے ان خون کے پیاسوں کو بھی معاف کردیا۔ اس
کا ثمر یہ ہوا کہ چند ایک کے سوا سب آن کی آن میں مسلمان ہو گئے۔

حُنَین کی لڑائی

(شوال ۸ھ ہجری)

مکہ سے پچاس ساٹھ میل کے فاصلے پر ہوازن اور ثقیف کے طاقتور قبیلے آباد تھے۔ وہ کسی دوسرے کی ماتحتی میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مسلمانوں نے مکہ فتح کیا تو ان کو سخت غصہ آیا اور ایک بڑا لشکر تیار کر کے انھوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ رسول پاکؐ ابھی مکہ میں تھے آپؐ بارہ ہزار مسلمانوں کو ساتھ لے کر دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ مکہ اور طائف کے درمیان حُنَین کی وادی ہے اسلامی لشکر اس وادی میں پہنچا تو گھات میں بیٹھے ہوئے ہوازن کے تیر اندازوں نے اس پر تیروں کی بارش کر دی۔ اسلامی فوج میں کے دو ہزار ایسے آدمی بھی شامل تھے جنھوں نے تازہ تازہ اسلام قبول کیا تھا وہ میدان چھوڑ کر اس طرح پیچھے ہٹے کہ ساری فوج بے ترتیب ہو کر ادھر ادھر بکھر گئی۔ صرف رسول پاکؐ چند بہادروں کے ساتھ میدان میں کھڑے رہے۔ اس وقت آپؐ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

"میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں میں اللہ کا نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں"

آپؐ نے حضرت عباسؓ کو جن کی آواز بہت بلند تھی حکم دیا کہ

مسلمانوں کو پکاریں۔ انہوں نے آواز دی :

" اے انصار کی جماعت اے وہ لوگو جنہوں نے درخت کے نیچے اسلام کی خاطر مرمٹنے کی بیعت کی۔"

اس آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ سب مسلمان پلٹ پڑے اور اس جوش سے لڑے کہ دشمنوں کو کچل کر رکھ دیا۔ حُنَین سے کچھ دور اوطاس ایک جگہ ہے کافروں کی ایک فوج وہاں جمع ہو گئی۔ مسلمانوں نے اس کو بھی شکست دی۔ کافروں کی فوج کا ایک حصہ بھاگ کر طائف کے قلعے میں چلا گیا۔ آپؐ نے اس کو گھیر لیا لیکن دو تین ہفتوں کے بعد آپؐ نے اس دعا کے ساتھ محاصرہ اٹھا لیا کہ الٰہی ان لوگوں کو ہدایت دے اور میرے پاس لا۔ اس عرصے میں دشمن کے تیروں اور پتھروں سے جو مسلمان شہید ہوئے انہیں آپؐ نے طائف کے باہر دفن کرا دیا۔ حُنَین کی لڑائی میں بے شمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا آپ نے مال مویشیوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا لیکن چھ ہزار قیدیوں کو رحم کھا کر چھوڑ دیا۔ ان میں آپؐ کی دایہ بی بی حلیمہؓ کی بیٹی شیماؓ بھی تھیں۔ آپؐ نے ان کی بہت عزت کی اور بہت سے اونٹ اور بکریاں دے کر رخصت کیا۔ دوسرے تمام قیدیوں کو بھی آپؐ نے کپڑوں کا ایک ایک جوڑا دیا۔ آپؐ نے مکّہ کے نو مسلموں کو بہت سے اونٹ دیئے۔ اس پر انصار کے کچھ نوجوانوں کو ملال ہوا اور اُن کے مُنہ سے نکل گیا :

"اسلام کی خاطر ہم قریش کے کافروں سے جان کی بازی لگا کر لڑتے رہے لیکن اب زیادہ مالِ غنیمت قریش ہی لے گئے ہیں۔"

آپؐ نے یہ باتیں سنیں تو سب انصار کو جمع کیا اور اُن سے پوچھا:

"کیا تم نے یہ باتیں کی ہیں؟"

اُنھوں نے عرض کیا: "یا رسُولَ اللہ ہم سب نے تو نہیں۔ البتہ بعض نوجوانوں نے ایسی باتیں ضرور کی ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "قریش کے یہ لوگ نئے نئے اسلام لائے ہیں میں نے یہ مال اُن کی دلجوئی کے لیے دیا ہے۔ کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ یہ لوگ تو مال مویشی اپنے گھروں کو لے جائیں اور تم اپنے ساتھ محمدؐ کو لے جاؤ۔"

آپؐ کا ارشاد سُن کر انصار اس قدر روئے کہ اُن کی داڑھیاں تر ہوگئیں۔ جن نوجوانوں نے ایسی باتیں کی تھیں ان کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی کہ رسُول پاکؐ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات سے بڑھ کر کوئی دولت اور نعمت نہیں ہو سکتی۔

سارا عرب مسلمان ہوگیا

مکہ پر اسلام کا جھنڈا بلند ہونے اور حُنَیْنْ میں مسلمانوں کی فتح سے سارے عَرَب پر اسلام کا رُعب چھا گیا۔ عَرَب کے تمام قبیلوں نے اسلام کی طاقت کے سامنے سر جھکا دیا۔ مکہ کی فتح کے اگلے سال (۹ھ ہجری میں) انہوں نے اتنی کثرت سے اپنے نمائندے اور قاصد رسولِ پاکؐ کی خدمت میں مدینہ بھیجے کہ اس سال کا نام ہی "عام الوُفُود" یعنی" وفدوں یا نمائندوں کی جماعتوں کا سال" پڑ گیا۔ یہ نمائندے اور قاصد اپنے قبیلوں کی طرف سے اسلام قبول کرنے، آپؐ کی زیارت اور بیعت کرنے یا اپنی اطاعت کا اظہار کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ یہودی اور چند دوسرے بدقسمت لوگ جو اسلام کی دولت حاصل نہ کر سکے اب اُن کے لیے بھی رسولِ پاکؐ کی ماتحتی قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ اس طرح سارے عَرَب پر رسولِ پاکؐ کی حکومت قائم ہو گئی۔ آپؐ نے ہر علاقے میں اپنے حاکم مقرّر کر دیئے۔ اسلام کے احکام پوری طاقت سے جاری کر دیئے اور ہر قسم کی برائیوں کا خاتمہ کر دیا لیکن آپؐ نے کبھی بادشاہوں کے طریقے اختیار نہ کئے اور ہمیشہ اپنی سادگی برقرار رکھی۔ نہ آپؐ نے کوئی محل بنایا نہ تاج پہنا نہ تخت پر بیٹھے اور نہ ملازموں اور محافظوں کی کوئی فوج رکھی۔ ہمارے رسولِ پاکؐ کیسے تھے؟ اس کا حال آپ اس کتاب میں الگ پڑھیں گے۔

تبوک کی مہم

*

مکہ کی فتح کے آٹھ نو ماہ بعد شام کے کچھ سوداگر مدینہ آئے اور لوگوں کو بتایا کہ روم کا بادشاہ بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ عرب پر چڑھائی کرنے والا ہے اور شام کی سرحد پر آباد عیسائی عربوں کے قبیلے بھی لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں۔ رسول پاکؐ کو یہ خبر ملی تو آپؐ نے فیصلہ کیا کہ روم کے بادشاہ کو عرب کی سرزمین پر قدم نہ رکھنے دیا جائے اور آگے بڑھ کر شام کی سرحد پر اس کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ آپؐ نے عرب کے تمام قبیلوں کو اطلاع بھیجی کہ قیصر روم کے مقابلے کے لیے فوراً مدینہ پہنچو ساتھ ہی آپؐ نے مدینہ کے مسلمانوں کو لڑائی کی تیاری کا حکم دیا۔ اس سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت گرمی پڑ رہی تھی اور لوگوں کا برا حال تھا فصلیں پکنے کے قریب تھیں اور ڈر تھا کہ اگر یہ وقت پر نہ کاٹی گئیں تو سخت قحط پڑ جائے گا۔ منافقوں نے بھی مسلمانوں کو باہر جانے سے منع کیا لیکن اللہ کے ان نیک بندوں نے ان کی کوئی بات نہ سنی اور سب اپنی اپنی ہمت کے مطابق لڑائی کے سامان کی فکر میں لگ گئے۔ جب باہر کے قبیلے بھی مدینہ پہنچ گئے تو بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ اتنے بڑے لشکر کے لیے ساز و سامان ہتھیاروں اور سواریوں کے لیے بہت

روپے کی ضرورت تھی اس لیے رسولِ پاکؐ نے مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں دل کھول کر مال اور سامان دینے کی ترغیب دی۔ اس موقع پر آپؐ کے پیارے ساتھیوں نے ایسی ایسی مالی قربانیاں دیں کہ دنیا کی تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت ابُوبکر صدّیقؓ اپنے گھر کا سارا سامان سوئی سلائی تک اٹھا لائے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے گھر کا آدھا سامان دے دیا۔ حضرت عثمانِ غنیؓ نے سینکڑوں اونٹ پالان سمیت پیش کر دیئے۔ دوسرے صحابہؓ بھی جتنا زیادہ سے زیادہ روپیہ دے سکتے تھے لے آئے۔ عورتوں نے اپنے زیور اتار کر ڈھیر کر دیئے۔ جب سب چلنے کے لیے تیار ہو گئے تو رسولِ پاکؐ رجب ۹ھ ہجری میں تیس ہزار فوج لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ موسم سخت گرم اور راستہ بڑا دشوار تھا۔ کسی کسی جگہ ایسے ریتیلے میدان آئے جہاں زہریلی ہوائیں چلتی ہیں۔ آپؐ ان میدانوں سے گزرتے اور پیاس کی مصیبتیں جھیلتے تبوک پہنچے جو مدینہ سے چودہ منزل کے فاصلے پر ہے۔ آپؐ کے مقابلے پر دشمن کی کوئی فوج تو نہ آئی ہاں آس پاس کے بعض عیسائی حاکم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خراج دینے کا عہد کر کے اطاعت قبول کر لی۔

پاس کی ایک ریاست دومۃ الجندل کا عرب حاکم اکید رقیصرِ روم کے اثر میں تھا۔ آپؐ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو چار سو سوار دے کر اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا انہوں نے اس کو شکست دی اور

گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے آئے۔ آپؐ نے اس کو چند شرطوں پر معافی دے دی۔ بیس دن تبوک میں قیام کرنے کے بعد آپؐ مدینہ واپس تشریف لائے۔

آپؐ کے تبوک روانہ ہونے سے پہلے کچھ لوگوں نے مدینہ میں ایک مسجد بنائی تھی آپؐ واپس تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ مسجد بنانے والے منافق ہیں اور انہوں نے یہ کام مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے کیا ہے۔ آپؐ کے حکم سے یہ مسجد جو "مسجدِ ضرار" کے نام سے مشہور ہے، گرا دی گئی۔ مدینہ کے تین مسلمان حضرت کعبؓ بن مالک، مرارہؓ بن ربیع اور ہلالؓ بن امیہ سستی کی وجہ سے اس مہم پر نہ جا سکے تھے۔ آپؐ نے ان کو یہ سزا دی کہ دوسرے تمام مسلمانوں کو ان سے ملنے جلنے اور بات چیت کرنے سے منع کر دیا۔ وہ پچاس دن تک توبہ استغفار کرتے رہے، آخر اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور ان کی سزا ختم ہو گئی۔

(سنہ ۹ ہجری)

تبوک سے واپسی پر حج کا موسم آیا تو رسولِ پاکؐ نے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ حج کے لیے مکہ روانہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپؐ نے اس قافلے کا امیر مقرر فرمایا اور کچھ دوسرے ضروری کام حضرت علیؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے سپرد کیے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو حج کے صحیح طریقے بتائے اور سکھائے اور سب نے انہی طریقوں کے مطابق حج ادا کیا۔ قربانی کے دن حضرت ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا ان کے بعد حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور سورہ براءت کی چالیس آیتیں پڑھیں جن میں کافروں سے ہر قسم کا تعلق توڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر اعلان کیا کہ آئندہ کوئی کافر خانہ کعبہ میں داخل نہیں ہو سکے گا اور نہ کوئی ننگا ہو کر حج کر سکے گا۔

قرآنِ پاک میں اس حج کو "حجِ اکبر" (یعنی بڑا حج) کہا گیا ہے کیوں صدیوں کے بعد یہ حج اسی طرح ادا کیا گیا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام ادا کیا کرتے تھے۔

آخری حج

(سنہ ۱۰ ہجری)

ہجرت کے دسویں سال ذیقعدہ کے مہینے میں رسول پاکؐ نے اعلان فرمایا کہ اس سال میں حج کو جا رہا ہوں۔ اس اعلان کو سنتے ہی مسلمان چاروں طرف سے مدینہ پہنچنے لگے۔ ۲۶ ذیقعدہ کو آپ ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور چھ میل دور ذوالحلیفہ کے مقام پر رات گزاری۔ دوسرے دن غسل کر کے حج کا لباس پہنا جسے احرام باندھنا کہتے ہیں۔ پھر آپؐ نے اونٹنی پر سوار ہو کر بلند آواز سے یہ الفاظ فرمائے:

"اے اللہ ہم تیرے سامنے حاضر ہیں حاضر ہیں۔ اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں۔ سب تعریفیں تیرے لیے ہیں، ملک تیرا ہے، نعمتیں تیری ہیں کوئی تیرا شریک نہیں۔"

آپؐ کے ساتھ دوسرے سب لوگ بھی یہ الفاظ دہراتے اور اردگرد کے پہاڑ گونج اٹھتے۔

راستے میں اور لوگ بھی آپؐ کے قافلہ میں ملتے جاتے تھے۔ مکہ تک پہنچتے پہنچتے یہ حال تھا کہ جدھر نظر اٹھتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ نویں دن ذی الحجہ کی پانچ تاریخ کو آپؐ مکہ میں داخل ہوئے

کعبہ پر نظر پڑی تو اونٹ سے اتر پڑے اور فرمایا :

" اے اللہ اس گھر کو عزت اور بزرگی دے ۔"

پھر مقامِ ابراہیمؑ میں دو رکعت نماز پڑھی اور صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر فرمایا :

" اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے سب تعریفیں ہیں وہی مارتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے ۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۔ اس کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں ، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا ، اپنے بندے کی مدد کی اور سب جتھوں کو توڑ دیا ۔"

آٹھ ذی الحجہ کو آپؐ نے سارے مسلمانوں کے ساتھ منیٰ میں قیام فرمایا ۔ جمعہ کے دن نویں ذی الحجہ کو فجر کی نماز پڑھ سب مسلمان منیٰ سے چل کر عرفات کے میدان میں جمع ہوئے کوئی سوا ڈیڑھ لاکھ کا ہجوم تھا ۔ دوپہر ڈھلنے کے بعد آپؐ نے اونٹنی پر سوار ہو کر حج کا وہ تاریخی خطبہ دیا جس کا ایک ایک لفظ قیامت تک انسانوں کو ہدایت اور بھلائی کی راہ دکھاتا رہے گا ۔ اس خطبہ میں بہت سی دوسری نصیحتوں کے علاوہ آپؐ نے فرمایا :

" اے لوگو ! میری باتیں غور سے سنو شاید میں اس جگہ پھر کبھی تم سے نہ مل سکوں ۔

لوگو! جس طرح تم اس دن اِس مہینہ اور اِس مقام کی عزت کرتے ہو اُسی طرح ایک دوسرے کے مال جان اور آبرو کی عزت کرو اور اسے اپنے اوپر حرام سمجھو، اللہ تمہارے ہر ایک کام کا حساب لے گا۔ خبردار میرے بعد سچائی کے راستے سے بھٹک نہ جانا کہ ایک دوسرے کا خون بہانے لگو۔ عورتوں کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آنا، غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلانا۔ جو خود پہنو وہی ان کو پہنانا، ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دینا۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ یاد رکھو عَرب کے کسی رہنے والے کو عَجم کے کسی رہنے والے پر اور عَجم کے کسی رہنے والے کو عَرب کے کسی رہنے والے پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی بڑائی نہیں ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ تم میں زیادہ عزت والا وہی ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا اور پرہیزگار ہے۔ جاہلیت کی تمام رسموں کو میرے ذریعے سے مٹا دیا گیا ہے۔ وہ سب خون جو جاہلیت میں ہوئے تھے ان کا بدلہ ختم کیا جاتا ہے سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے مقتول ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں اور آج سے سود کی رقمیں مٹائی

جاتی ہیں۔ میرے خاندان کو لوگوں سے جو سود لینا ہے سب سے پہلے میں اس کو مٹاتا ہوں۔ اے لوگو! میں تم میں اللہ کی کتاب چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔

لوگو! جو کام کرو سچے دل سے کرو، مسلمانوں کا بھلا سوچتے رہو اور آپس میں اتفاق رکھو۔"

خطبہ ختم ہوا تو آپؐ نے مجمع سے پوچھا:

"اللہ تم سے میرے بارے میں پوچھے گا تو تم کیا جواب دو گے؟"

سارا مجمع پکار اٹھا "ہم یہ کہیں گے کہ آپؐ نے خدا کا پیغام ہم تک پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔"

یہ سن کر آپؐ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا:

"اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا"

اس وقت اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا:

"(اے رسول) آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو پورا کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کے دین کو پسند کیا۔" —— پھر آپؐ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"جو لوگ اس وقت یہاں موجود ہیں وہ ان کو میرا پیغام سنا دیں جو موجود نہیں۔" اس کے بعد آپؐ نے حج کی باقی شرطیں پوری کیں اور مہاجرین اور انصار کے ساتھ واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ رسولِ پاکؐ کا آخری حج تھا اس لیے اسے "حجۃ الوداع" کہتے ہیں ❋

رسولِ پاک ﷺ اللہ کے پاس چلے گئے

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد ہجرت کے گیارھویں سال ماہ صفر کی ۱۸ یا ۱۹ تاریخ تھی کہ رسولِ پاکؐ آدھی رات کے وقت مدینہ کے قبرستان "جنت البقیع" میں تشریف لے گئے اور وہاں پر دفن مسلمانوں کے لیے دعا فرمائی۔ واپس گھر تشریف لائے تو آپؐ کو بخار ہو گیا۔ بخار ہوئے پانچ روز گزر گئے تو دوسری سب بیویوں سے اجازت لے کر آپؐ نے بی بی عائشہؓ کے حجرے میں قیام فرمایا۔ بیماری کی حالت میں بھی آپؐ پانچوں وقت مسجد میں نماز پڑھانے تشریف لاتے رہے۔ جب کمزوری حد سے زیادہ ہو گئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ وہ کئی دن تک نماز پڑھاتے رہے۔ ایک دن طبیعت ذرا سنبھلی تو حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے آپؐ مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آہٹ پا کر انہوں نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن آپؐ نے اشارہ سے روک دیا۔ پھر ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپؐ نے ایک مختصر خطبہ دیا جس میں فرمایا:

"اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہے وہ

دنیا کی نعمتوں کو قبول کرے اور چاہے تو اللہ کے پاس جا کر جو نعمتیں ملنے والی ہیں ان کو قبول کرے اس بندے نے اللہ کے پاس جا کر ملنے والی نعمتوں کو قبول کیا۔ دیکھو میرا نام لے کر کسی چیز کو حلال اور حرام نہ کہنا۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے جو اللہ نے حلال کی ہے اور وہی حرام کی ہے جو اللہ نے حرام کی ہے۔ میرے بعد عام مسلمان بڑھتے جائیں گے لیکن انصار بہت کم رہ جائیں گے اے مہاجرین ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ یہ لوگ ابتداء سے لے کر اب تک میرے مددگار رہے ہیں۔ میرے کنبہ کی عزت کا بھی خیال رکھنا۔"

اس کے بعد آپؐ حجرہ میں تشریف لے گئے۔

بیماری کی حالت میں ایک دن فرمایا "یہود اور نصاریٰ پہ خدا کی مار ہو کہ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت کا گھر بنا لیا۔"

ایک دن لوگوں سے فرمایا کہ اگر میرے ذمہ کسی کا قرض آتا ہو، اگر میں نے کسی کی جان مال یا عزت کو صدمہ پہنچایا ہو تو میری جان و مال اور عزت حاضر ہے وہ اسی دنیا میں مجھ سے بدلہ لے لے۔ سب لوگ خاموش رہے صرف ایک شخص نے اٹھ کر کہا میرے اتنے درہم آپؐ کے ذمہ ہیں۔ آپؐ نے فوراً یہ رقم ادا کر دی۔

بیماری میں کبھی کمی اور کبھی زیادتی ہوتی رہی۔ وفات کے دن صبح کے وقت طبیعت کو کچھ سکون تھا آپؐ نے حجرے کا پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ فجر کی نماز کے لیے صف باندھے کھڑے تھے۔ آپؐ بہت خوش

ہوئے۔ لوگوں نے آہٹ پاکر خیال کیا کہ آپؐ مسجد میں آنا چاہتے ہیں وہ خوشی سے بے قابو ہو چلے لیکن آپؐ نے ان کو نماز میں مشغول رہنے کا اشارہ کیا اور حجرے کا پردہ گرا دیا۔ جوں جوں دن چڑھتا گیا آپؐ کو بار بار غش آنے لگا۔ تیسرے پہر بے چینی بہت بڑھ گئی اِس وقت لوگوں نے آپؐ کو یہ فرماتے سُنا " نماز نماز۔ غلاموں سے نیک برتاؤ" اس کے فوراً بعد آپؐ نے ہاتھ کی انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا: " بس اب سب سے بڑے ساتھی کے پاس۔" اور پھر آپؐ کی پاک رُوح سب سے بڑے ساتھی " اللہ " کے پاس چلی گئی۔ یہ پیر کا دن اور ربیع الاوّل ۱۱ھ ہجری کی بارہ تاریخ تھی۔ بعض کتابوں میں اس دن ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ بتائی گئی ہے۔ اس وقت آپؐ کی عمر مبارک تریسٹھ برس کی تھی۔ لوگوں میں آپؐ کی وفات کی خبر پھیلی تو ان کو اتنا صدمہ ہوا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ منگل کے دن آپؐ کے خاص عزیزوں اور کچھ پیارے ساتھیوں نے آپؐ کو غسل دیا اور تین سفید کپڑوں کا کفن پہنایا۔ غسل اور کفن کے بعد فیصلہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ کے حجرے ہی میں جہاں آپؐ نے وفات پائی تھی آپؐ کے پاک جسم کو زمین کے حوالے کیا جائے۔ چنانچہ وہیں قبر کھودی گئی۔ جب جنازہ تیار ہو گیا تو مردوں عورتوں اور بچوں نے باری باری حجرہ کے اندر جا کر (الگ الگ) جنازہ کی نماز پڑھی۔ بُدھ کو رات گئے آپؐ کا پاک جسم قبر میں اتار دیا گیا۔ آپؐ کی قبر مبارک کو روضۂ نبویؐ کہا جاتا ہے۔

رسولِ پاک ﷺ کی پاک بیبیاں

******

ہمارے رسولِ پاکؐ کی پاک بیبیوں (اَزْواجِ مُطَہَّرات) کو ساری اُمت کی مائیں (اُمَّہاتُ المؤمنین) کہا جاتا ہے۔ ان کے نام اور مختصر حالات یہ ہیں:

۱۔ حضرت خدیجہؓ

یہ قریش کے خاندان بنو اسد کے سردار خویلد کی بیٹی تھیں اور آپؐ کی سب سے پہلی بیوی تھیں۔ یہ آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لائیں اور آخر وقت تک ہر طرح سے آپؐ کی خدمت کرتی رہیں۔ نبوّت کے دسویں سال فوت ہوئیں۔

۲۔ حضرت سَوْدَہؓ بنتِ زَمعہ

یہ قریش کے خاندان بنو عامر سے تھیں۔ ان کے پہلے شوہر فوت ہو گئے تو حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپؐ نے ان سے نکاح کر لیا۔ انہوں نے شروع ہی میں اسلام قبول کر لیا۔ سنہ ۲۲ ہجری میں وفات پائی۔

۳۔ حضرت عائشہؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی تھیں۔ ہجرت سے کچھ مُدت

پہلے نکاح ہوا اور ہجرت کے بعد رخصتی ہوئی۔ آپؐ کو ان سے بڑی محبت تھی، بڑی عالمہ فاضلہ تھیں۔ ۵۸ھ ہجری میں وفات پائی۔

۴۔ حضرت حفصہؓ

حضرت عمرؓ فاروقؓ کی بیٹی تھیں۔ پہلے شوہر کی وفات کے بعد آپؐ کے نکاح میں آئیں۔ ۴۵ھ ہجری میں وفات پائی۔

۵۔ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ

پہلے شوہر کی جنگ اُحد میں شہادت کے بعد آپؐ کے نکاح میں آئیں۔ بہت سخی تھیں اور غریبوں مسکینوں کو اکثر کھانا کھلایا کرتی تھیں اس لیے اُمّ المساکین (مسکینوں کی ماں) کے لقب سے مشہور ہوگئی تھیں۔ رسول پاکؐ سے نکاح کے دو تین ماہ بعد آپؐ کے سامنے فوت ہوگئیں۔

۶۔ حضرت اُمِّ سلمہؓ

ابو امیہ مخزومی کی بیٹی تھیں جو فیاضی میں بہت مشہور تھے۔ پہلے خاوند حضرت ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد آپؐ کے نکاح میں آئیں ۶۳ھ ہجری میں وفات پائی۔

۷۔ حضرت زینبؓ بنت جحش

رسولِ پاکؐ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ان کے پہلے خاوند حضرت زیدؓ بن حارثہ نے طلاق دے دی تو آپؐ نے ان سے نکاح کر

بہت عبادت اور سخاوت کیا کرتی تھیں۔ سنہ ۲۰ ہجری میں فوت ہوئیں۔

۸۔ حضرت جویریہؓ

یہ بنی مُصطلِق کے سردار حارث کی بیٹی تھیں۔ جنگ میں گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ آپؐ سے نکاح کی بدولت ان کا تمام قبیلہ آزاد ہو گیا اور ان کے باپ اسلام لائے۔ سنہ ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔

۹۔ حضرت اُمِّ حبیبہؓ

قریش کے خاندان بنو امیہ کے سردار ابو سفیانؓ کی بیٹی تھیں۔ شروع ہی میں اسلام قبول کر لیا، اور اپنے پہلے خاوند عبید اللہ بن جحش کے ساتھ ہجرت کر کے حبش چلی گئیں۔ وہاں عبید اللہ نے عیسائیت قبول کر لی مگر یہ اسلام پر قائم رہیں۔ کچھ عرصہ بعد عبید اللہ نے وفات پائی۔ اس کے بعد نجاشی شاہِ حبشہ کی وکالت سے آپؐ کا نکاح ان سے ہوا۔ سنہ ہجری کے شروع میں حبش سے مدینہ آئیں۔ سنہ ۴۴ ہجری میں وفات پائی۔

۱۰ حضرت صفیہؓ

ان کا باپ حُیَیّ بن اَخطَب یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا۔ جنگِ خیبر میں ان کا والد اور پہلا شوہر کنانہ مارے گئے۔ اس کے بعد آپؐ کے نکاح میں آئیں۔ سنہ ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔

۱۱۔ حضرت میمونہؓ بنت حارث

پہلے شوہر ابو رُہم بن عبد العزیٰ کی وفات کے بعد سنہ ہجری

میں آپؐ کے نکاح میں آئیں۔ بہت پرہیز گار تھیں۔ سنہ ۱۵ ہجری میں وفات پائی۔

۱۲۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

سنہ ۶ ہجری میں ان کو مصر کے بادشاہ نے آپؐ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ پہلے عیسائی تھیں مدینہ کے راستے میں مسلمان ہو گئیں۔ آپؐ نے ان کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ سنہ ۱۶ ہجری میں وفات پائی۔
رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ خزیمہ کے سوا آپؐ کی سب بیبیاں زندہ تھیں۔ آپؐ کے بعد وہ دنیا کو دین کی تعلیم سے مالا مال کرتی رہیں۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد

......

ہمارے رسولِ پاکؐ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہؓ سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں دیں۔ ان سب کے نام یہ ہیں:

بیٹے

۱۔ حضرت قاسمؓ

ان کے نام کی نسبت سے آپؐ کی کنیت ابو القاسم تھی۔ حضرت قاسمؓ ایک سال پانچ ماہ کی عمر میں فوت ہو گئے۔

۲۔ حضرت عبد اللہؓ

ان کا لقب طاہر اور طیّب تھا یہ بھی بہت چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے۔

بیٹیاں

۱۔ حضرت زینبؓ

ان کی شادی حضرت ابو العاصؓ سے ہوئی۔ ۸ھ ہجری میں وفات پائی۔

۲۔ حضرت رقیہؓ

ان کی شادی حضرت عثمانؓ سے ہوئی۔ ۲ھ ہجری میں وفات پائی۔

۳۔ حضرت اُمِ کلثومؓ

حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد ان کی شادی بھی حضرت عثمانؓ سے ہوئی۔ ۹ھ ہجری میں وفات پائی۔

۴۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ

ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ حضرت فاطمہؓ ہی کے بیٹے تھے۔ وہ رسولِ پاکؐ کے چند ماہ بعد فوت ہوئیں۔

حضرت ماریہ قبطیہؓ سے بھی اللہ نے ہمارے رسولِ پاکؐ کو ایک بیٹا دیا۔ ان کا نام ابراہیمؓ تھا۔ وہ بھی بہت چھوٹی عمر میں وفات پا گئے۔
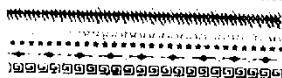
اللہ کی سب سے آخری کتاب

اللہ کی کتابوں میں اللہ کی وہ باتیں ہوتی ہیں جو اللہ لوگوں کی ہدایت اور نصیحت کے لیے اپنے فرشتے کے ذریعے اپنے رسولوں سے کہتا ہے۔ ہمارے رسولِ پاکؐ سے پہلے آنے والے رسولوں پر جو کتابیں اتریں ان میں توریت، زبور اور انجیل بہت مشہور ہیں۔ توریت حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السّلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر اتری۔ ان کو آسمانی کتابیں بھی کہا جاتا ہے۔ سب سے آخر میں ہمارے رسولِ پاکؐ پر جو کتاب اتری اس کا نام "قرآن" ہے —— یہ کتاب تھوڑی تھوڑی کر کے ۲۳ برس میں اتری۔ ہمارے رسولِ پاکؐ اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں۔ قرآن شریف بھی اللہ کی سب سے آخری کتاب ہے۔ انسانوں کی ہدایت کے لیے جس قدر باتوں کی ضرورت تھی وہ سب کی سب قرآن شریف میں اللہ نے بیان کر دی ہیں۔ اللہ کی یہ آخری کتاب قیامت تک انسانوں کو نیکی کی باتیں بتاتی اور بُرے کاموں سے روکتی رہے گی۔ پہلی آسمانی کتابوں میں لوگوں نے اپنی طرف سے باتیں گھٹا بڑھا دی ہیں —— مگر قرآن شریف کا ایک حرف تک نہیں بدلا۔ وہ جیسا ہمارے

رسولِ پاک پر اترا ویسے کا ویسا ہی اب تک موجود ہے اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا ۔ اللہ نے قرآن شریف میں وعدہ کیا ہے کہ میں خود اس کی حفاظت کروں گا ۔ قرآن شریف کے سوا اللہ کی کوئی کتاب ایسی نہیں جو ساری کی ساری کسی نے زبانی یاد کرلی ہو لیکن جب سے قرآن شریف نازل ہوا اس کو ہر زمانے میں لاکھوں مسلمان پورے کا پورا زبانی یاد کرتے رہے اور آج بھی قرآن شریف کو پورا یاد کرنے والے لاکھوں مسلمان موجود ہیں ۔ ایسے آدمیوں کو حافظ کہا جاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں صاف صاف کہا ہے کہ دُنیا کا کوئی شخص اس کی ایک سورۃ جیسی بھی کوئی سورۃ نہیں بنا سکتا ۔ قرآن شریف کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کے بغیر کوئی شخص سچا مسلمان نہیں بن سکتا ۔

اسلام کے پانچ ستون

*

ہمارے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے۔ ایک اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ دوسرے نماز قائم کرنا۔ تیسرے زکوٰۃ ادا کرنا۔ چوتھے حج کرنا اور پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔

(صحیح بخاری و مسلم)

اس حدیثِ پاک میں رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسلام کی مثال ایک ایسی عمارت سے دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہے۔ یہ ستون وہ پانچ باتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعے مسلمانوں کو حکم دیا ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کو ایک جانو اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور حضور محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ کا بندہ اور اللہ کا سچا رسول سمجھو۔

دوسری بات یہ ہے کہ پانچ وقت کی نماز پڑھو۔

تیسری بات یہ ہے کہ سال میں ایک مرتبہ اپنے مال کی زکوٰۃ

دیا کرو۔

چوتھی بات یہ ہے کہ تمام عمر میں کم از کم ایک دفعہ کعبہ کا حج ضرور کرو بشرطیکہ اللہ اس کے لیے مال دے۔ بھیک مانگ کر حج کرنا فرض نہیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان المبارک کے روزے رکھو۔

جو شخص مسلمان کہلائے اور ان پانچ باتوں پر عمل نہ کرے وہ خدا کے نزدیک سچا مسلمان نہیں بلکہ بڑا گنہ گار اور نافرمان ہے قیامت کے دن اللہ اس کو سخت سزا دے گا۔

ہمارے
رسولِ پاک ﷺ
کیسے تھے؟
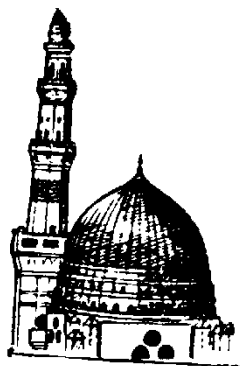
دل وجاں سے پیارے ہمارے رسولؐ

دل وجاں سے پیارے ہمارے رسولؐ
خدا کے دلارے ہمارے رسولؐ
دلوں کے سہارے ہمارے رسولؐ
جہاں بھر کے پیارے ہمارے رسولؐ
ہمیشہ ہو ان پر درود وسلام

محمدؐ ہمارے نبیؐ کا ہے نام
کلاموں میں افضل ہے اُن کا کلام
ہم اُن کی ہیں اُمت ہم ان کے غلام
زبانوں پہ ذکر اُن کا ہے صبح وشام
ہمیشہ ہو ان پر درود وسلام

(ناظر)

رسولِ پاک ﷺ کی پیاری صورت

ہمارے رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا قد درمیانہ تھا نہ زیادہ لمبا نہ چھوٹا۔ رنگ گورا سُرخی مائل اور روشن تھا۔ سر بڑا اور پیشانی چوڑی تھی۔ ناک پتلی اونچی، آنکھیں کشادہ حسین اور سیاہ تھیں، اگر سُرمہ نہ بھی لگایا ہوتا تو معلوم ہوتا کہ سُرمہ لگائے ہوئے ہیں۔ پلکیں لمبی گھنی اور بھنویں باریک اور ایک دوسری سے الگ تھیں۔ چہرۂ مبارک نہ بالکل گول تھا نہ لمبوترا بلکہ کچھ گولائی لیے ہوئے تھا۔ اس پر زیادہ گوشت نہ تھا۔ ڈاڑھی گھنی اور گردن اونچی تھی۔ سر کے بال گھنے تھے۔ یہ نہ زیادہ گھنگھریالے اور نہ بالکل سیدھے تھے۔ آخر عمر تک بال سیاہ رہے۔ آپؐ ان میں اکثر تیل ڈالتے، کنگھی کرتے اور مانگ نکالتے تھے۔

سر کے بال کبھی نصف کان تک کبھی کان کی لو تک اور کبھی اس سے بھی نیچے لمبے رکھتے تھے۔

دانت نہایت خوبصورت چمکدار اور باریک تھے ان کے درمیان ہلکی ہلکی ریخیں تھیں۔ شانے گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی تھیں۔ سینہ کشادہ اور فراخ تھا۔ ہتھیلیاں

چوڑی اور کلائیاں لمبی تھیں ۔ پاؤں کی ایڑیاں نازک اور تلوے بیچ میں سے ذرا خالی تھے ۔ مونڈھوں، کلائیوں اور سینۂ مبارک پر بال تھے ۔ سینے اور ناف تک بالوں کی ایک ہلکی دھاری تھی ۔ دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر ابھرا ہوا سرخ گوشت تھا جس پر تل اور بال تھے اس کو مُہرِ نبوّت کہا جاتا تھا ۔ جسم مبارک گٹھا ہوا تھا مگر موٹا نہ تھا ۔ جوڑ بند بہت مضبوط تھے ۔ بدن کی جلد بہت نرم تھی ۔

ہمارے رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اتنے خوب صورت تھے کہ جو دیکھتا، دیکھتا ہی رہ جاتا تھا ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ پاکؐ جیسا خوب صورت نہ آپؐ سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں ۔

حضرت ہند بن ابی ہالہؓ فرماتے ہیں کہ رسُولِ پاکؐ کا چہرۂ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور چمک دار تھا ۔

حضرت جابرؓ بن سَمُرہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ پاکؐ کو چاندنی رات میں دیکھا ۔ آپؐ سرخ دھاری دار لباس پہنے ہوئے تھے میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی آپؐ کی طرف ۔ آپؐ مجھ کو چاند سے کہیں بڑھ کر خوب صورت معلوم ہوتے تھے ۔

مشہور صحابی حضرت براءؓ بن عازب سے پوچھا گیا کہ کیا رسولِ پاکؐ کا چہرۂ مبارک صفائی اور چمک میں تلوار کی مانند تھا ۔ انھوں نے فرمایا

نہیں بلکہ چاند کی مانند تھا۔"
ایک دفعہ ایک بوڑھی صحابیہ حضرت رُبَیّع بنت مُعَوّذؓ سے ایک جوان نے پوچھا: "اماں جان آپ ہم سے کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان فرمائیں۔"
انہوں نے فرمایا، "اے بیٹے اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو یہ دیکھتے کہ آفتاب نکل آیا ہے۔"
حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوب صورت کسی کو نہیں دیکھا۔ آپؐ سامنے ہوتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب چمک رہا ہے۔

رسول پاکؐ کا پسینہ

آپؐ کا پسینہ موتی کی طرح جھلکتا تھا اور اس میں سے نہایت عمدہ خوشبو آتی تھی۔

رسول پاکؐ کی جسمانی طاقت

آپؐ کی صورت ہی پیاری نہ تھی بلکہ جسمانی طاقت میں بھی کوئی آپؐ کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ جوانی میں ایک مرتبہ آپؐ نے قریش کے سب سے زیادہ طاقتور پہلوان رکانہ سے دو مرتبہ کشتی لڑی اور دونوں مرتبہ اُسے پچھاڑ دیا۔ رکانہؓ بعد میں مسلمان ہو گئے۔
قریش کا ایک اور نامی پہلوان ابو الاشد کلدہ بن جُمَحِی تھا وہ اتنا طاقتور تھا کہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا اور دس دس آدمی مل کر

اس چمڑے کو کھینچتے لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلتا تک نہ تھا۔ آپؐ نے
اس سے کشتی لڑی اور اس کو کئی بار پچھاڑ دیا ۔

رسولِ پاکؐ کا ہنسنا

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی
تھی کبھی ہنستے تو کھلکھلا کر نہ ہنستے تھے ۔ ہنستے وقت دانتوں کی
ریخوں سے نور پھوٹتا ہوا معلوم ہوتا تھا ۔

رسولِ پاکؐ کی گفتگو

آپؐ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورا بدن موڑ کر توجہ فرماتے
صرف گردن موڑ کر دیکھنے کی عادت نہ تھی ۔
رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آواز بلند مگر بڑی شیریں تھی جب
گفتگو کرتے تو بہت ٹھہر ٹھہر کر کرتے ۔ بغیر ضرورت کے کبھی نہ بولتے تھے۔

رسولِ پاکؐ کا چلنا، پھرنا اور بیٹھنا ۔

رسولِ پاکؐ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اونچان سے نیچے کی
جا رہے ہیں ۔ قدم ہلکے لیتے اور جما کر رکھتے ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ
رسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بڑھ کر تیز رفتار میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ آپؐ
چلتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا زمین آپؐ کے لیے لپیٹ دی جاتی
ہے ہم سب آپؐ کے ساتھ چل کر تھک جاتے تھے ۔
آپؐ اکثر دونوں گھٹنے کھڑے کر کے اور دونوں ہاتھوں سے ان کو گھیر کر
بیٹھتے تھے کبھی آلتی پالتی مار کر بھی بیٹھتے تھے ۔

رسول پاک ﷺ کا کھانا، پینا، پہننا اور سونا

ہمارے رسول پاکؐ کا کھانا بہت سادہ ہوتا تھا۔ سرکہ، شہد، حلوا، زیتون کا تیل اور کدو آپؐ بہت شوق سے کھاتے۔ گھی میں پنیر اور کھجور ڈال کر ایک کھانا پکایا جاتا ہے جس کو حیس کہتے ہیں۔ یہ کھانا آپؐ کو بہت پسند تھا۔ بکری کے شانے کا گوشت بھی بڑی رغبت سے کھاتے۔ اکثر موٹی روٹی جو بغیر چھنے ہوئے آٹے کی ہوتی تھی، کھاتے تھے، یہ جو کی ہوتی تھی اور کبھی کبھی گندم کی۔

آپؐ کے گھر میں جو کا آٹا ہانڈی میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا جاتا۔ اس میں زیتون کا تیل زیرہ اور کالی مرچیں ڈال دی جاتیں پک جاتا تو یہ کھانا آپؐ بڑے شوق سے کھاتے۔

تربوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھاتے تھے۔ کبھی کبھی روٹی کے ساتھ کھجور کھاتے تھے۔ پتلی ککڑیاں بہت پسند تھیں۔ ستو بھی کھاتے تھے۔ دودھ کبھی خالص اور کبھی پانی ملا کر پیتے تھے۔ کشمش، کھجور اور انگور پانی میں بھگو دیتے کچھ دیر بعد جب پانی میٹھا ہو جاتا تو پی لیتے تھے۔

آپؐ نے دنبہ، مرغ، اونٹ، بکری، بھیڑ، گورخر، خرگوش اور مچھلی کا گوشت بھی کھایا ہے۔ پیاز، لہسن اور مولی کو ان کی بدبو کی وجہ سے

پسند نہیں فرماتے تھے۔

ٹھنڈا پانی پی کر آپؐ بہت خوش ہوتے۔ اکثر بیٹھ کر اور تین سانسوں میں پانی پیتے۔ آپؐ اکثر لکڑی کے ایک پیالے میں کھانا کھاتے۔ چھوٹی پیالیوں اور طشتریوں میں کبھی کھانا نہیں کھایا۔ کسی کھانے کو بُرا کبھی نہ کہتے تھے اگر پسند نہ ہوتا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتے اور آخر میں اللہ کا شکر ادا کرتے تھے۔ کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھوتے تھے اور بعد میں بھی ہمیشہ داہنے ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھاتے تھے۔ اِدھر اُدھر ہاتھ نہ مارتے تھے۔ ٹیک لگا کر کبھی نہ کھاتے تھے۔ ہمیشہ تین انگلیوں سے کھاتے اور کچھ بھوک رکھ کر کھانا چھوڑ دیتے تھے، ٹھونس ٹھونس کر کھانا آپؐ کو بالکل پسند نہیں تھا۔ آپؐ ہمیشہ نیچے بیٹھ کر دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔ رات کو بھوکا سونے اور کھانا کھاتے ہی سو جانے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

رسولِ پاکؐ کا لباس

ہمارے رسولِ پاکؐ اکثر تہمد اور کرتہ پہنتے اور پر سے دھاری دار یمنی چادر اوڑھ لیتے۔ ایک آدھ مرتبہ پاجامہ بھی پہنا ہے۔ آپؐ کی پگڑی جسے صافہ یا عمامہ کہتے ہیں، عام طور پر سیاہ رنگ کی ہوتی تھی پگڑی کے نیچے ٹوپی ضرور ہوتی۔ پگڑی کا شملہ آپ دونوں مونڈھوں کے درمیان پیچھے کی طرف لٹکا لیتے اور کبھی کندھوں پر ڈال لیتے۔

آپؐ کا لباس سادہ مگر نہایت صاف ستھرا ہوتا تھا۔ کبھی کبھی آپؐ نے قیمتی لباس بھی پہنا ہے۔ سفید رنگ کا لباس آپؐ کو بہت پسند تھا۔ سبز اور زرد رنگ بھی پسند فرماتے تھے۔ سُرخ رنگ پسند نہیں تھا۔ آپؐ کو خوشبو بہت پسند تھی۔ ایک خاص قسم کی خوشبو ہمیشہ آپؐ کے استعمال میں رہتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ پاکؐ کے پاس کپڑوں کا صرف ایک جوڑا تھا اور آپؐ کا کوئی کپڑا کبھی تہہ کر کے نہیں رکھا گیا۔

رسولِ پاکؐ کا بستر

ہمارے رسولِ پاکؐ بان کی چارپائی پر سوتے جس سے آپؐ کے جسم مبارک پر بان کے نشان پڑ جاتے تھے بستر کبھی کمبل کا ہوتا تھا اور کبھی چمڑے کا جس میں کھجور کی چھال یا پتے بھرے ہوتے تھے۔ کبھی آپؐ کا بستر معمولی کپڑے کا ہوتا تھا جو دو تہہ کر دیا جاتا تھا۔ چٹائی اور خالی زمین پر بھی آپؐ آرام فرما لیتے۔

رسولِ پاکؐ کی نیند

ہمارے رسولِ پاکؐ جب سونے کے لیے لیٹتے تو ہمیشہ دائیں کروٹ اور دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر سوتے۔ کبھی سفر میں ایسا ہوتا کہ آخر رات میں منزل پر اتر کر آرام فرماتے اور دایاں ہاتھ اونچا کر کے چہرہ اس پر ٹیک کر سوتے۔ نیند میں بہت ہلکے خراٹے کی آواز آتی تھی۔
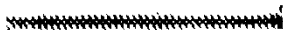
رسولِ پاک ﷺ کے دن رات کیسے گزرتے تھے

ہمارے رسولِ پاکؐ کا روز کا قاعدہ یہ تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر مسجد ہی میں آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتے۔ آپؐ کے پیارے ساتھی بھی آپؐ کے اردگرد بیٹھ جاتے۔ آپؐ ان کو اچھی اچھی نصیحتیں کرتے ان کی باتیں بھی سنتے اگر کوئی اپنا خواب بیان کرتا تو اس کا مطلب بتلاتے۔ اگر غنیمت یا صدقہ کا مال آجاتا تو اسے بھی اسی وقت بانٹ دیتے تھے ان مجلسوں میں پاکیزہ ہنسی مذاق کی باتیں بھی ہوتی تھیں۔ جب کچھ دن چڑھ جاتا تو چاشت کی نماز پڑھتے۔ کبھی چار اور کبھی آٹھ رکعتیں۔ پھر گھر کے کام کاج میں لگ جاتے۔ بکریوں کا دودھ دوہتے۔ جوتا ٹوٹ جاتا تو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے۔ بازار سے سودا سلف خرید لاتے۔ مہمانوں کی خدمت کرتے۔ دوسروں کے کام بھی کر دیتے یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آجاتا۔ آپؐ لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے پھر عصر کی نماز پڑھا کر اپنی پاک بیبیوں کے گھروں میں جاتے اور ایک ایک سے اُن کا حال پوچھتے اور ان سے بات چیت کرتے رہتے تھے۔ اس کے بعد مغرب کی نماز ادا کرتے پھر کھانا کھاتے اور نمازِ عشاء کے بعد جلد ہی سو جاتے۔ اس نماز کے بعد آپؐ کو بات چیت پسند نہ تھی۔

آدھی رات کے جلد بعد آپؐ جاگ اٹھتے پہلے مسواک کرتے پھر وضو کر کے تہجد کی نماز میں مشغول ہو جاتے تھے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوتی اور آپؐ سنتیں پڑھ کر مسجد تشریف لے جاتے۔

بعض اوقات آپؐ ساری ساری رات عبادت کرتے رہتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ نماز میں زیادہ دیر کھڑا رہنے کی وجہ سے آپؐ کے پاؤں سُوج جاتے تھے۔

لوگوں سے ملاقات

ہمارے رسول پاکؐ کسی سے ملتے تو پہلے خود سلام کرتے پھر مصافحہ کرتے۔ جب تک دوسرا آپؐ کا ہاتھ نہ چھوڑتا آپؐ بھی نہ چھوڑتے۔ جو بھی آپؐ سے ملاقات کے لیے آتا آپؐ اس کی عزت کرتے اور نہایت محبّت سے اچھی جگہ پر بٹھاتے۔

ملاقات کے وقت اگر کوئی جُھک کر آپؐ کے کان میں بات کرتا تو آپؐ دھیان سے سنتے اور جب تک بات کہنے والا اپنی بات ختم نہ کرتا کان اس کے منہ کی طرف رکھتے۔ جب کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو پہلے سلام کرتے پھر اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے۔ آپؐ تمام مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنے کی ہدایت دیتے تھے اور یہ بھی تاکید کرتے تھے کہ گھر والے پوچھیں کون ہے؟ تو اپنا نام بتایا کرو یہ نہ کہو کہ "میں ہوں۔"

اگر آپؐ کو کبھی چھینک آتی تو آپؐ چہرے کو ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانک لیتے۔ جمائی لیتے وقت بھی آپ ایسا ہی کرتے تھے۔

رسولِ پاک ﷺ کے پیارے اَخلاق

اَخلاق خُلق کی جمع ہے جس کے معنی ہیں عَادَت، خَصلت۔ عام طور پر اَخلاق سے مراد کسی شخص کی عادتیں خصلتیں اور اس کا چال چلن ہوتا ہے۔ کسی شخص کی عادتوں خصلتوں اور بول چال ہی سے اس کے اَخلاق کی برائی یا اچھائی کا پتہ چلتا ہے۔ اسلام میں اچھے اَخلاق پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ قرآن شریف میں ان تمام عادتوں اور کاموں کا ذکر موجود ہے جن کو اللہ اور رسول پاک ﷺ پسند کرتے ہیں اور ایسی عادتوں اور کاموں کا ذکر بھی ہے جن کو اللہ اور رسولِ پاک ﷺ ناپسند کرتے ہیں۔

ہمارے رسول پاک ﷺ کے اَخلاق سب لوگوں سے اچھے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اَخلاق اچھے ہوں۔

ایک مرتبہ کسی نے اُمّت کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسولِ پاک ﷺ کے اَخلاق کیسے تھے؟ انھوں نے فرمایا، کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا جو کچھ قرآن میں ہے وہی رسولِ پاک ﷺ کے اخلاق تھے۔ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں رسولِ پاک ﷺ سے مخاطب ہو کر

فرمایا ہے:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ

ترجمہ: بے شک (اے رسول) آپ اچھے اَخلاق کے بڑے رُتبہ پر ہیں۔

اَخلاق کی تعلیم کے دو طریقے ہیں ایک طریقہ تو یہ ہے کہ کسی کو زبانی نصیحت کی جائے کہ فلاں کام اچھا ہے اور فلاں بُرا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نمونہ بن کر اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ ہمارے رسُولِ پاکؐ نے دونوں طریقوں سے لوگوں کو اَخلاق کی تعلیم دی ہے۔ جو نصیحت زبانی کی خود اس عمل کر کے بھی دکھایا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: (اے مسلمانو!) بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

ہمارے رسولِ پاکؐ کی ذات میں تمام اچھی عادتیں خوبیاں اور بھلائیاں جمع ہو گئی تھیں اور آپؐ نے زندگی کے ہر معاملے میں ہیں سیدھا راستہ دکھایا ہے۔ آپؐ سب سے بڑھ کر ــــ اللہ کے فرماں بردار اور شکر کرنے والے، نیکیوں میں پہل کرنے والے، ہر بھلائی میں آگے آگے، زبان کے سچے، وعدہ کے پکے، امانت ادا کرنے والے، ہر قسم کی مصیبت اور سختی صبر سے جھیلنے والے،

اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دینے والے، اپنی زبان پر قابو رکھنے والے، بہت شرم اور حیا کرنے والے، غصہ آنے پر معاف کر دینے والے، برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے والے، غریبوں مسکینوں یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرنے والے، پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنے والے، غرور اور فخر سے بچنے والے، بچوں سے پیار کرنے والے۔ اللہ کی خاطر رشتہ دار وطن گھر بار مال جائداد سب کچھ قربان کر دینے والے، مہمانوں کی عزت کرنے والے، علم سیکھنے کی تاکید کرنے والے، نیکی کی نصیحت کرنے اور برائی سے روکنے والے، نماز قائم کرنے والے، روزہ رکھنے والے، حج کرنے والے، زکوٰۃ دینے والے، اللہ کے ڈر سے رونے والے، میٹھی زبان والے اور دشمن کا بہادری سے مقابلہ کرنے والے تھے۔

ان معاملات میں آپؐ نے ہمیں جو نمونہ دکھایا اس کی کچھ مثالیں اگلے صفحات میں پڑھیئے۔

رسولِ پاک ﷺ ہمیشہ سچ بولتے تھے

☆☆

ہمارے رسولِ پاکؐ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ ساری زندگی میں آپؐ کی زبان مبارک سے سچ کے سوا کوئی بات نہ نکلی۔ آپ سے بڑھ کر کوئی سچا نہ تھا۔ کافر بھی آپؐ کی سچائی کو مانتے تھے اور آپؐ کو صادق کہہ کر پکارتے تھے۔ جب آپؐ نے لوگوں کو اسلام کی طرف بُلانا شروع کیا تو ایک دن آپؐ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر مکّہ والوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا:

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ایک بہت بڑی فوج اس پہاڑ کے پیچھے سے تم پر حملہ کرنے کے لیے آ رہی ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کر لو گے؟"

اس پر سب نے مل کر کہا: "بے شک ہم یقین کر لیں گے کیونکہ ہم نے آج تک تمہیں جھوٹ بولتے ہوئے نہ کبھی دیکھا نہ کبھی سنا۔"

❀

حضرت ابوسفیانؓ اسلام قبول کرنے سے پہلے آپؐ کے سخت دشمن تھے۔ اُس زمانے میں وہ ایک دفعہ شام گئے اور

روم کے بادشاہ سے ملاقات کی۔ بادشاہ نے ان سے آپؐ کے بارے میں کئی باتیں پوچھیں ان میں سے ایک بات یہ تھی۔

"کیا تم نے نبی ہونے کا دعویٰ کرنے والے شخص کو کبھی جھوٹ بولتے ہوئے دیکھا۔"

ابوسفیان نے جواب دیا "نہیں"

آپؐ کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل تھا۔ وہ کہا کرتا تھا:

"اے محمدؐ! میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا ہاں جو چیز تم پیش کرتے ہو میں اس کو نہیں مانتا۔"

رسولِ پاک ﷺ
وعدہ کے بہت پکّے تھے

ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے کوئی وعدہ کر لیتے تھے تو اسے ہر حال میں پورا کرتے تھے اور صحابہؓ کو بھی تاکید فرماتے رہتے تھے کہ اپنا وعدہ ہمیشہ پورا کیا کرو۔

نبوّت سے پہلے کا ذکر ہے کہ آپؐ نے مکّہ کے ایک شخص عبداللہ سے کوئی معاملہ کیا۔ جس جگہ یہ معاملہ طے ہوا، عبداللہ آپ کو یہ کہہ کر وہاں سے چلے گئے کہ آپؐ یہیں ٹھہریئے میں ابھی آکر حساب کر دوں گا۔ آپؐ نے ان سے وعدہ کر لیا کہ میں تمہارے واپس آنے تک یہیں ٹھہروں گا۔ اُدھر عبداللہ کو اپنی بات کا دھیان نہ رہا۔ تین دن کے بعد خیال آیا تو دوڑے دوڑے اس جگہ پہنچے جہاں آپؐ کو چھوڑ گئے تھے۔ دیکھا تو آپؐ وہیں بیٹھے تھے۔ عبداللہ بہت شرمندہ ہوئے اور معافی مانگنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا: "میں تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں اگرچہ تم نے مجھے تکلیف دی ہے لیکن میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔"

.....

بَدر کی لڑائی کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور

آپؐ کو ایک ایک آدمی کی سخت ضرورت تھی۔ لڑائی سے پہلے دو مسلمان حضرت حسیلؓ اور ان کے بیٹے حضرت حذیفہؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یا رسول اللہ ہم مکہ سے آ رہے تھے کہ راستے میں کافروں نے ہم کو پکڑ لیا اور پھر اس شرط پر رہا کیا کہ ہم لڑائی میں آپؐ کا ساتھ نہیں دیں گے لیکن یہ مجبوری کا عہد تھا ہم کافروں کے خلاف ضرور لڑیں گے۔"

آپؐ نے فرمایا:

"ہرگز نہیں تم اپنا وعدہ ضرور پورا کرو اور لڑائی کے میدان سے چلے جاؤ۔ ہمیں صرف اللہ کی مدد چاہیئے۔"

****

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ سے جو شخص مسلمان ہو کر آپؐ کے پاس جائے گا، مکہ والوں کے مطالبہ پر اس کو واپس بھیج دیا جائے گا۔ ابھی آپؐ حدیبیہ ہی میں تھے کہ ایک مسلمان ابو جندلؓ مکہ سے بھاگ کر وہاں پہنچے۔ کافروں نے مکہ میں ان کو قید کر رکھا تھا اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھیں وہ کسی طرح قید خانے سے نکل کر بیڑیوں سمیت اس حال میں آپؐ کے پاس پہنچے کہ پنڈلیوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ مسلمان ان کو اس حال میں دیکھ کر تڑپ اٹھے اور ان کو اپنی پناہ میں لینے کے لیے بے تاب ہو گئے لیکن آپؐ نے فرمایا:

"اے ابوجندل! صبر کرو میں مکہ کے کافروں سے جو عہد کر
چکا ہوں اس کو نہیں توڑوں گا، جاؤ اللہ تمہارے لیے کوئی
اور راستہ نکالے گا۔"

●●

حضرت ابورافعؓ مشہور صحابی ہیں۔ جس زمانے میں وہ اسلام
نہیں لائے تھے قریش مکہ نے انہیں کوئی پیغام دے کر رسول پاکؐ
کے پاس بھیجا۔ وہ آپؐ کو دیکھتے ہی اسلام کی طرف مائل ہو گئے
اور آپؐ کی خدمت میں عرض کی: "یا رسول اللہ اب میں کافروں
کے پاس واپس نہیں جاؤں گا۔"
آپؐ نے فرمایا: "میں نہ تو عہد توڑتا ہوں اور نہ قاصدوں
کو اپنے پاس روکتا ہوں۔ اِس وقت تم واپس جاؤ بعد
میں چاہو تو آجانا۔"
چنانچہ حضرت ابورافعؓ واپس چلے گئے اور کچھ عرصہ بعد آپؐ کی
خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔

●●

جب آپؐ نے مکہ فتح کیا تو بہت سے ایسے لوگ مکہ سے بھاگ گئے
جنھوں نے آپؐ کو بہت ستایا تھا۔ ان بھگوڑوں کے جو رشتہ دار مسلمان ہو گئے
انہوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ بھاگ جانے والوں کو معاف کر دیں۔ آپؐ
نے معافی دینے کا وعدہ کر لیا۔ جب وہ لوگ واپس آئے تو آپؐ نے وعدے کے
مطابق ان سب کو بالکل معاف کر دیا۔

رسولِ پاک ﷺ
بڑے امانت دار اور دیانت دار تھے

ہمارے رسولِ پاکؐ امانت اور دیانت میں اپنی مثال آپ تھے۔ دوست دشمن اپنے پرائے چھوٹے بڑے سب آپؐ کی امانت داری اور دیانت داری کو مانتے تھے اور آپؐ کو "امین" کہتے تھے۔ نبوّت سے پہلے آپؐ تجارت کرتے تھے لوگ آپؐ کے پاس روپیہ اور دوسری چیزیں امانت رکھتے۔ جب وہ مانگتے تو آپؐ ہر شے پوری کی پوری واپس کر دیتے۔ کاروبار میں آپؐ انتہائی دیانت داری سے کام لیتے اس لیے آپؐ کی تجارت خوب پھلتی پھولتی۔ ہجرت کے موقع پر آپؐ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو اسی لیے پیچھے چھوڑ گئے کہ وہ تمام لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ آئیں۔

ایک دفعہ رسولِ پاکؐ بازار گئے اور غلّے کے ایک ڈھیر پر سے گزرے۔ آپؐ نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو انگلیوں میں کچھ تری محسوس ہوئی۔ آپؐ نے غلّے کے مالک سے پوچھا "یہ کیا بات ہے؟" اس نے کہا "یا رسول اللہ اس پر کچھ بارش ہو گئی تھی۔" آپؐ نے فرمایا: "اس بھیگے ہوئے غلّے کو تو نے اوپر کیوں نہیں رکھا تا کہ

لوگ اسے دیکھ لیتے۔ جو شخص کسی کو دھوکا دے وہ میرے طریقے پر نہیں ہے۔"

ایک صحابی طارقؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے قبیلے کے چند لوگ مدینہ سے کھجوریں خریدنے گئے میں بھی ان میں شامل تھا۔ ہم شہر سے باہر ستانے کے لیے ٹھہر گئے اتنے میں شہر سے ایک شخص آیا جس کے بدن پر دو پرانی چادریں تھیں اس نے سلام کے بعد ہم سے پوچھا کہ آپ لوگ کدھر سے آئے ہیں اور کدھر جائیں گے۔ ہم نے جواب دیا کہ ہم ربذہ سے مدینہ کی کھجوریں خریدنے آئے ہیں۔ ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا جس کو مہار ڈالی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "یہ اونٹ بیچتے ہو۔" ہم نے کہا "ہاں، کھجوروں کی اتنی مقدار لے کر ہم دے دیں گے۔" اس شخص نے اونٹ کی مہار پکڑی اور شہر کے اندر چلا گیا۔ بعد میں ہمیں خیال آیا کہ ہم نے اپنا اونٹ ایک ایسے آدمی کو دے دیا ہے جسے ہم جانتے تک نہیں اب ہم اونٹ کی واپسی یا قیمت کی وصولی کے لیے کیا کریں۔ ابھی ہم اسی فکر میں تھے کہ شہر سے ایک آدمی کھجوروں کی ایک بڑی مقدار لے کر آیا اور کہا "مجھے رسولِ پاکؐ نے بھیجا ہے۔ اپنے اونٹ کی قیمت کے برابر کھجوریں تول کر یا ناپ کر پوری کر لو۔ باقی تمہاری دعوت کے لیے ہیں کھاؤ پیو۔"

ہم کھا پی کر شہر میں داخل ہوئے تو وہی پہلے صاحب مسجد کے منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے اور یہی رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تھے۔

رسولِ پاک ﷺ لین دین میں بے حد کھرے تھے

ہمارے رسولِ پاکؐ لین دین کے معاملات میں بہت کھرے تھے آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو قرض کو اچھی طرح سے ادا کرتے ہیں۔ کوئی آدمی فوت ہو جاتا اور آپؐ کو معلوم ہوتا کہ اس پر قرض تھا تو آپؐ اس وقت تک اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھاتے جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جاتا۔

ایک مرتبہ آپؐ نے کسی سے ایک پیالہ تھوڑی مدت کے لیے لیا۔ اتفاق سے وہ گم ہو گیا۔ آپؐ نے اس نقصان کا معاوضہ ادا فرمایا۔

ایک دفعہ آپؐ کو ایک دیہاتی آدمی سے قرض لینے کی ضرورت پیش آگئی وہ اپنا قرض وصول کرنے آیا تو بڑی سخت باتیں کرنے لگا۔ صحابہؓ نے اس کو ڈانٹا کہ تمیز سے بات کرو تم کو معلوم نہیں کہ کس سے بات کر رہے ہو۔ اس نے کہا، میں تو اپنا حق مانگتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، اسے کچھ نہ کہو قرض خواہ کو بولنے کا حق ہے۔ پھر آپؐ نے نہ صرف اُس کا اصل قرض ادا کیا بلکہ اس سے زیادہ

عطا فرمایا۔

✣

نبوّت سے پہلے آپؐ تجارت کرتے تھے اور آپ کا اکثر لوگوں سے لین دین رہتا تھا۔ یہ سب لوگ کہتے تھے کہ رسولِ پاکؐ کاروبار میں بے حد کھرے تھے اور اپنا معاملہ ہمیشہ صاف رکھا کرتے تھے۔ عرب کے ایک تاجر سائبؓ اسلام لانے کے بعد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے لوگوں نے ان کے اخلاق اور دیانت کی تعریف کرتے ہوئے آپؐ سے ان کا تعارف کرایا۔ آپؐ نے فرمایا "میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔"

سائبؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپؐ کاروبار میں میرے ساجھی ہوا کرتے تھے اور اپنا معاملہ ہمیشہ صاف رکھتے تھے۔"

✣

ایک لڑائی کے موقع پر رسولِ پاکؐ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کے اونٹ پر ان کے ساتھ سوار ہو گئے۔ یہ اونٹ سُست رفتار تھا۔ تھک کر اور بھی سُست ہو گیا۔ آپؐ نے حضرت جابرؓ سے یہ اونٹ خرید لیا اور پھر یہ فرما کر واپس کر دیا کہ اونٹ اور اس کے دام دونوں تمہارے ہیں (اونٹ کو میری طرف سے تحفہ سمجھو)۔

رسولِ پاک ﷺ بہت رحمدل تھے

٭

اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا اس لیے آپؐ دنیا کے تمام لوگوں سے بڑھ کر رحم دل تھے۔ آپؐ دوست، دشمن، بوڑھے، بچے مرد، عورت، جانور، کافر اور مسلمان غرض ہر ایک پر رحم کرتے تھے۔ کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھ کر آپؐ کا دل بھر آتا تھا اور آپؐ اس کا دُکھ درد دُور کرنے کی پوری کوشش کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے آپؐ سے کسی کے لیے بد دعا کرنے کی درخواست کی۔ آپؐ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا:

"میں دنیا میں لعنت کے لیے نہیں آیا ہوں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

آپؐ سے پہلے عرب اور دنیا کی دوسری قومیں لڑائی میں پکڑے جانے والے قیدیوں سے بہت بُرا سلوک کرتی تھیں۔ آپؐ نے حکم دیا کہ ان لوگوں سے بہت اچھا سلوک کیا جائے۔ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں نے کافروں کے جو لوگ پکڑے ان کے بارے میں آپؐ نے صحابہؓ کو تاکید کی کہ ان کو کھانے پینے کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

چنانچہ صحابہؓ خود بھوکے رہتے تھے یا کھجوریں کھا کر گزر کر لیتے تھے لیکن قیدیوں کو اچھے سے اچھا کھانا کھلاتے تھے۔ ان قیدیوں کے ہاتھ پاؤں رسی میں جکڑ کر باندھ دیئے گئے تھے اور وہ درد سے بار بار کراہتے تھے۔ اُدھر آپؐ اُن کی کراہیں سن کر بار بار کروٹیں بدلتے تھے لوگ سمجھ گئے کہ آپؐ کو قیدیوں کی تکلیف کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی۔ انہوں نے گرہیں ڈھیلی کر دیں تو آپؐ کی بے چینی بھی دُور ہو گئی۔

حُنَین کی لڑائی میں چھ ہزار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ آپؐ نے ان سب کو نہ صرف آزاد کر دیا بلکہ ان کے پہننے کے لیے کپڑے بھی دیئے۔

❂

ایک دفعہ ایک بدّو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ اس وقت مسجد میں بیٹھے تھے۔ بدّو کو معلوم نہیں تھا کہ مسجد پاک جگہ ہوتی ہے۔ وہ مسجد ہی میں ایک طرف کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا۔ لوگ اس کو مارنے کے لیے دوڑے۔ آپؐ نے فرمایا:

"جانے دو اور پانی کا ایک ڈول لا کر بہا دو۔"

❂

ایک سفر میں مشہور منافق عبداللہ بن اُبَی نے آپؐ کی شان میں بہت بُری باتیں کیں۔ صحابہؓ نے آپؐ سے عرض کی کہ اس شخص کو

قتل کرا دیں لیکن آپؐ نے فرمایا، نہیں مجھے یہ پسند نہیں کہ اپنے کسی ساتھی کو قتل کراؤں۔ عبداللہ کے مسلمان بیٹے نے اس کو مدینہ میں داخل ہونے سے روکنا چاہا تو آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے باپ کا راستہ نہ روکو اور اس کو شہر میں داخل ہونے دو۔

☼

ایک دفعہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے مکہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے ہڈیاں اور مردہ جانور تک کھانے شروع کر دیئے۔ ابوسفیان جو اس زمانے میں مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، آپؐ کے پاس آئے اور کہا: "اے محمدؐ تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے تم اپنے خدا سے دعا کیوں نہیں کرتے۔"

اگرچہ مکہ کے کافروں نے آپؐ کو بہت ستایا تھا اور بہت دکھ دیئے تھے لیکن آپؐ کو اُن پر رحم آگیا اور آپؐ نے بڑی عاجزی سے بارش کے لیے دعا کی۔ اللہ نے آپؐ کی دعا قبول کر لی اور اتنا مینہ برسایا کہ ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا اور قحط دور ہو گیا۔

☼

حدیبیہ کے میدان میں آپؐ صحابہؓ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ قریب کے پہاڑ سے اَسّی آدمی مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادے سے اترے۔ مسلمانوں کے پہرے دار ہوشیار تھے انہوں نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ صحابہ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن

آپؐ کو اُن پر رحم آگیا اور آپؐ نے اُن سب کو آزاد کر دیا۔

☼

مکہ میں غلہ پیدا نہیں ہوتا تھا اور وہاں کے لوگ نجد سے غلہ منگوایا کرتے تھے۔ نجد کے رئیس ثمامہؓ مسلمان ہوئے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ رسولِ پاکؐ کی اجازت کے بغیر غلّہ کا ایک دانہ بھی مکّہ نہیں جائے گا ــــــ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش مکّہ بھوکوں مرنے لگے، آخر انہوں نے آپؐ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ہم اناج کے ایک ایک دانہ کو ترس رہے ہیں، آپؐ ثمامہ کو غلّہ بھیجنے کی اجازت دیں۔

مکّہ کے کافر آپؐ کے دشمن تھے لیکن آپؐ کو اُن پر رحم آگیا اور آپؐ نے ثمامہؓ کو پیغام بھیجا کہ اب اِن لوگوں پر رحم کرو اور اِن کو غلّہ بھیجا کرو۔

رسولِ پاکؐ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

غلاموں اور خادموں پر رحم

ہمارے رسولِ پاکؐ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے غلام اور خادم تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جو کھانا خود کھائے اپنے غلام اور خادم کو بھی وہی کھانا کھلائے اور جو کپڑا خود پہنے اس کو بھی وہی پہنائے اور اس سے ایسی مشقت نہ لے جو اس کی طاقت سے بڑھ کر ہو اور اگر اس کی طاقت

سے بڑھ کر کام لے تو اِس میں اُس کی مدد کرے۔

○

ایک مرتبہ حضرت ابو مسعود انصاریؓ اپنے غلام کو کسی قصور کی وجہ سے پیٹ رہے تھے۔ اتفاق سے رسولِ پاکؐ وہاں تشریف لے آئے آپؐ نے ناراض ہو کر فرمایا:

"ابو مسعود اس غلام پر تمہیں جس قدر اختیار ہے اللہ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے۔"

حضرت ابو مسعودؓ کانپ اٹھے اور عرض کی "اے اللہ کے رسول میں اس غلام کو اللہ کی راہ میں آزاد کرتا ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا: "اگر تم ایسا نہ کہتے تو دوزخ کی آگ تم کو چھو لیتی۔"

○

ایک دفعہ رسولِ پاکؐ نے دیکھا کہ ایک غلام آٹا پیس رہا ہے اور ساتھ ہی درد سے کراہ رہا ہے۔ آپؐ اس کے قریب گئے تو معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے لیکن اس کا ظالم آقا اس کو چھٹی نہیں دیتا۔ آپؐ نے اس کو آرام سے لٹا دیا اور سارا آٹا خود پیس دیا۔ پھر فرمایا:

"جب تم کو آٹا پیسنا ہو تو مجھے بلا لیا کرو۔"

○

مکہ میں ایک بوڑھے غلام کو اس کے آقا نے باغ میں پانی دینے

کا کام سونپ رکھا تھا۔ غلام کو بہت دُور سے پانی لانا پڑتا تھا اور اس کام میں وہ سخت تھک جاتا تھا۔ آپؐ نے ایک دن دیکھا کہ وہ بڑی مشکل سے پانی لا رہا ہے اور اس کے پاؤں کانپ رہے ہیں۔ آپؐ کا دل درد سے بھر آیا۔ بوڑھے کو آرام سے بٹھایا اور اس کا سارا کام خود کر دیا۔ پھر فرمایا:

"بھائی جب کبھی تمہیں میری مدد کی ضرورت پڑے، مجھے بُلا لیا کرو۔"

○

آپؐ کے خادم حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس آپؐ کی خدمت کی۔ اس سارے عرصے میں آپؐ نے نہ مجھے کبھی جھڑکا نہ مارا اور نہ یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا۔

○

جانوروں پر رحم

ہمارے رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم بے زبان جانوروں پر بھی بہت مہربان تھے اور ان پر کسی قسم کا ظلم یا سختی ہوتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

ایک دفعہ ایک صحابی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں کسی پرندے کے بچے تھے جو چوں چوں کر رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا، یہ بچے کیسے ہیں؟ صحابی نے عرض کیا، اے اللہ

کے رسول میں ایک جھاڑی کے قریب سے گزرا تو ان بچوں کی آواز سنی میں ان کو جھاڑی سے نکال لایا۔ ان کی ماں نے دیکھا تو بے قرار ہو کر میرے سر پر چکر لگانے لگی۔ آپؐ نے فرمایا:

"فوراً جاؤ اور ان بچوں کو وہیں رکھ آؤ جہاں سے لائے ہو۔"

ایک دفعہ آپؐ سفر میں تھے۔ راستے میں ایک جگہ ٹھہرے تو ایک شخص نے ایک چڑیا کے گھونسلے سے اس کا انڈہ اٹھا لیا۔ چڑیا بے قرار ہو کر اُن کے سر پر منڈلانے لگی۔ آپؐ نے پوچھا "کس نے اس چڑیا کا انڈہ اٹھا کر اس کو تکلیف پہنچائی۔"

وہ شخص بولے: "یا رسول اللہ! میں نے انڈہ اٹھایا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "یہ انڈہ وہیں رکھ دو۔"

✿

ایک دفعہ آپؐ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ بھوک سے بلبلا رہا تھا اور اس کا پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا تھا۔ آپؐ نے بڑی شفقت سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور اس کے مالک کو بلا کر فرمایا:

"اس جانور کے بارے میں تم خدا سے نہیں ڈرتے؟"

✿

ایک مرتبہ آپؐ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک اونٹ پر نظر پڑی جو بھوک کی وجہ سے کمزور ہو گیا تھا۔ آپؐ کو

بہت دُکھ ہوا اور آپؐ نے فرمایا :
" لوگو! ان بے زبانوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو ۔"

☼

ایک دفعہ آپؐ نے ایک عرب کو دیکھا جو اونٹ کو تیز چلا رہا تھا ۔ اونٹ بیمار تھا اور اس پر بھاری بوجھ لدا ہوا تھا لیکن اس کا مالک اس کو بار بار چابک مارتا تھا ۔ آپؐ نے اس سے فرمایا :
" اپنے جانور پر رحم کیا کرو یہ اونٹ بیمار اور کمزور ہے اس پر ظلم مت کرو ۔"

☼

عورتوں پر رحم اور شفقت

ہمارے رسُولِ پاکؐ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے عورتوں کو بہت ذلیل سمجھا جاتا تھا لیکن آپؐ نے ان پر بہت احسان فرمایا ۔ اُن کے حقوق مقرر فرمائے اور اپنے برتاؤ سے ظاہر فرمایا کہ عورتیں حقیر نہیں بلکہ عزت اور ہمدردی کے لائق ہیں ۔ آپؐ کے پاس ہر وقت مردوں کا مجمع رہتا تھا ، عورتوں کو آپؐ کی پیاری باتیں سننے کا موقع نہ ملتا اس لیے آپؐ نے عورتوں کے لیے ایک خاص دن مقرر فرما دیا تھا ۔ وہ آپؐ سے ہر قسم کے مسئلے پوچھتیں ، آپؐ بڑی شفقت سے ان کے جواب دیتے اور ان کی خاطرداری کا خیال رکھتے تھے ۔
عرب میں بعض ظالم لوگ اپنی بچیوں کو زندہ زمین میں دفن

کر دیا کرتے تھے۔ آپؐ نے اس کو سخت گناہ قرار دیا اور اس ظلم کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ اس کے بجائے آپؐ نے لوگوں کو بتایا کہ جو شخص اپنی بیٹی یا بیٹیوں سے اچھا برتاؤ کرے گا اور ان کو اچھی تربیت دے گا، اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ آپؐ نے لوگوں کو یہ بھی بتایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے اس لیے ماں کی عزت اور خدمت کرو۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے۔

آپؐ گھر پر ہوں یا سفر میں عورتوں کے آرام کا بہت خیال رکھتے تھے اور صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کا خیال رکھو ان کے حقوق پورے کرو اور ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

ایک سفر میں چند اونٹوں پر عورتیں سوار تھیں۔ انجشہ نام کے ایک حبشی غلام ان کے ساربان تھے وہ کوئی گیت گانے لگے جس سے اونٹ تیز چلنے لگے۔

آپؐ نے فرمایا: "انجشہ دیکھنا کانچ کے شیشوں کو توڑ نہ دینا۔"

آپؐ کا مطلب یہ تھا کہ کہیں اونٹوں کے تیز چلنے سے عورتوں کو تکلیف نہ ہو۔

سفر میں آپؐ کے ساتھ اگر آپؐ کی پاک بیبیاں ہوتیں تو آپؐ اُن کو اونٹ پر اس طرح سوار کراتے کہ اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیتے اور وہ اپنا پاؤں اس پر رکھ کر اونٹ پر چڑھتیں۔

٭

ایک دفعہ اونٹنی پر آپؐ کے ساتھ بی بی صفیہؓ بھی سوار تھیں اونٹنی کا پاؤں پھسل گیا۔ آپؐ اور بی بی صفیہؓ دونوں گر پڑے ایک صحابی حضرت ابوطلحہؓ قریب تھے وہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپؐ کو اٹھانے لگے۔ آپؐ نے فرمایا: "پہلے عورت کی خبر لو۔"

٭

آپؐ اپنے گھر میں ہوتے تو گھر کے کام کاج میں بیبیوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ جب اذان سنتے تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

رسولِ پاک ﷺ غریبوں کے بڑے ہمدرد تھے

*

ہمارے رسولِ پاک کو غریبوں اور مسکینوں سے بڑی محبت تھی۔ آپؐ ان کے سچے خیرخواہ اور ہمدرد تھے۔ ان سے ایسا برتاؤ کرتے کہ ان کو اپنی غریبی محسوس نہ ہوتی تھی۔ آپؐ ان کی مدد فرماتے اور ان کی دلجوئی کرتے۔ آپؐ دعا مانگا کرتے تھے کہ خدایا مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین اٹھا اور مسکینوں کے ساتھ میرا حشر کر۔

اگر کوئی غریب قرض ادا نہ کرسکتا تو آپؐ اس کا قرض ادا کر دیتے تھے۔ کوئی بھوکا ہوتا تو اس کو کھانا کھلاتے تھے۔ کسی کو روپے پیسے یا اناج کی ضرورت ہوتی تو اس کی ضرورت پوری کر دیتے تھے۔ کسی کے پاس پہننے کے لیے کپڑے نہ ہوتے تو اس کو کپڑے دیتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ کوئی مسلمان قرض چھوڑ کر مر جائے تو مجھے اطلاع دو میں اس کا قرض ادا کروں گا اور جو سامان اور جائداد وہ چھوڑ جائے وہ وارثوں کا حق ہے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔

آپؐ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کی یہ حالت تھی کہ گھر کا کام کاج کرتے اور چکی پیستے پیستے ان کی ہتھیلیاں گھس گئی تھیں اور مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینہ پر نیلے داغ پڑ گئے تھے۔

ایک دفعہ انہوں نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ مجھے کوئی خادمہ دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا :

"بیٹی صُفّہ کے غریبوں کا ابھی تک کوئی انتظام نہیں ہوا اس لیے میں تمہاری درخواست کیسے قبول کروں ۔"

ایک دفعہ ایک پورا قبیلہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا یہ لوگ اتنے غریب تھے کہ کسی کے بدن پر ڈھنگ کا کپڑا نہ تھا سب ننگے بدن اور ننگے پاؤں تھے۔ ان کو دیکھ کر آپؐ پر بہت اثر ہوا پریشانی میں گھر کے اندر گئے پھر باہر تشریف لائے، اس کے بعد سب مسلمانوں کو جمع کر کے ان لوگوں کی امداد کے لیے فرمایا۔ ہر مسلمان نے اپنی طاقت کے مطابق اُن کی مدد کی تو آپؐ بہت خوش ہوئے۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم یتیموں کے سرپرست تھے

٭٭

ہمارے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یتیم بچوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خود بھی ان کی مدد اور سرپرستی فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے رہتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ اس گھر کو بہت پسند کرتا ہے جس میں یتیم کی عزت کی جاتی ہے۔ جو شخص کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شریک کرے گا اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

٭ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میرا دل بہت سخت ہے۔ آپؐ نے فرمایا، یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کر اور مسکین کو کھانا کھلایا کر۔

٭ ایک مرتبہ ایک یتیم لڑکا پھٹے پرانے کپڑے پہنے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "اے عبدالمطّلب کے فرزند! میرے باپ کے مرنے کے بعد ابوجہل نے اُس کے مال پر قبضہ کر لیا اور اب وہ اس میں سے مجھے کچھ نہیں دیتا یہاں تک کہ بدن ڈھانپنے کے لیے میں کپڑوں کا بھی محتاج ہوں۔"

آپؐ یتیم بچے کا حال سن کر اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور

بچے کا ہاتھ پکڑ کر سیدھے ابوجہل کے گھر تشریف لے گئے پھر بڑے دبدبے کے ساتھ اس سے فرمایا: "اس بچے کا حق اس کو دے دو۔" اس پر آپؐ کا ایسا رعب پڑا کہ کانپ اٹھا اور اسی وقت یتیم بچے کا مال لا کر اس کو دے دیا۔

❁ ایک مرتبہ آپؐ عید کے دن کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بچے کو دیکھا جو دوسرے بچوں سے الگ تھلگ سخت مغموم بیٹھا تھا۔ آپؐ نے اس بچے سے پوچھا، "بیٹے کیا بات ہے تم مغموم کیوں بیٹھے ہو اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیلتے کودتے نہیں۔"

بچے نے جواب دیا "میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور ماں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اب میرے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ محمدؐ تمہارا باپ ہو اور عائشہؓ تمہاری ماں ہو۔" بچہ خوش ہو گیا اور آپؐ نے اس کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔

❁ حضرت اسعدؓ بن زرارہ انصاری فوت ہونے لگے تو انہوں نے وصیت کی کہ میں دو چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑ چلا ہوں میرے بعد ان کے سرپرست رسولِ پاکؐ ہوں گے۔

آپؐ نے ہمیشہ ان یتیم بچیوں کا بڑا خیال رکھا۔ جب وہ بڑی ہوئیں تو آپ نے اپنے پاس سے ان کو سونے کے زیور پہنائے اور ان کی شادی کر دی ـــــ اسی طرح آپؐ نے اور بھی بہت سے یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کی پرورش اور تربیت کی۔

رسولِ پاک ﷺ بے سہاروں کا سہارا تھے

جن بیکس لوگوں کا کوئی سہارا نہیں ہوتا تھا ہمارے رسولِ پاکؐ ان کا سہارا بن جاتے تھے اور ہر طریقے سے ان کی مدد کرتے تھے۔

ایک دن آپؐ کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اجنبی آدمی نے آکر فریاد کی:

"اے قریش کے لوگو تم باہر سے آنے والے مسافروں کو لوٹ لیتے ہو۔"

آپؐ نے اس سے پوچھا، "تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟"

اُس نے کہا "میں تین بہت عمدہ اونٹ بیچنے کے لیے لایا تھا۔ ابوجہل ان کو بہت کم قیمت پر خریدنا چاہتا ہے اور کسی دوسرے کو اس سے زیادہ قیمت نہیں لگانے دیتا۔"

آپؐ نے پوچھا "تم ان اونٹوں کی کیا قیمت لینا چاہتے ہو؟"

اُس نے قیمت بتائی تو آپؐ نے اتنی رقم دے کر اس سے خود اونٹ خرید لیے۔ ابوجہل وہیں موجود تھا۔ آپؐ نے اُس سے فرمایا: "تم نے اس غریب دیہاتی سے جو حرکت کی ہے آئندہ کبھی ایسی حرکت کی تو تمہارے لیے اچھا نہ ہوگا۔"

ابوجہل پر آپؐ کا ایسا رعب پڑا کہ اس کے منہ سے یہی نکلا "نہیں آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا۔"

ایک دفعہ ایک عورت مکّہ کی ایک گلی سے گزر رہی تھی اس کے سر پر اتنا بھاری بوجھ تھا کہ مشکل سے قدم اٹھا سکتی تھی۔ لوگ اس کی ہنسی اڑانے لگے۔ رسولِ پاکؐ قریب ہی تھے آپؐ اس عورت کو مشکل میں دیکھ کر فوراً آگے بڑھے اور اس کا بوجھ خود اٹھا کر اس کی منزل پر پہنچا دیا۔

ایک دن رسولِ پاکؐ ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک اندھی عورت ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ لوگ اسے گرتے دیکھ کر ہنسنے لگے لیکن آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپؐ نے اس عورت کو اٹھایا اور اس کے گھر پہنچا دیا۔ اس کے بعد آپ روزانہ اس عورت کے گھر کھانا دے جاتے تھے۔

مدینہ میں ایک پاگل عورت تھی۔ ایک دن آپؐ کے پاس آئی اور آپ سے کہا "محمدؐ میرے ساتھ چلو اور میرا فلاں کام کردو۔" آپؐ نے فرمایا "جہاں کہو جاؤں گا" پھر آپؐ اس کے ساتھ گئے اور اس کا کام کر کے واپس آئے۔

رسولِ پاک ﷺ بیماروں کی خبر گیری کرتے تھے

بیماروں کی خبر گیری کو عیادت کہتے ہیں۔ ہمارے رسولِ پاکؐ بیماروں کی عیادت کا بہت خیال رکھتے اور نہ صرف یہ کہ اپنوں کی عیادت کرتے تھے بلکہ کافروں تک کی بیمار پُرسی کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

ایک دفعہ آپ کا ایک یہودی خادم سخت بیمار ہو گیا۔ آپؐ کو معلوم ہوا تو آپؐ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور دیر تک اس کے سرہانے بیٹھ کر تسلی دیتے رہے۔ آپؐ کے اخلاق کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔

ایک دفعہ مشہور صحابی حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سخت بیمار ہو گئے آپؐ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ رسولِ پاکؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے دل میں محسوس کی۔ پھر آپؐ نے میری صحت کے لیے تین مرتبہ دعا مانگی اور میں تندرست ہو گیا۔

ایک دفعہ قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعدؓ بن عُبادہ بیمار ہوئے۔ آپؐ اُن کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اُن کی حالت دیکھ کر آپؐ کا دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے آپؐ نے ان کی صحت کے لیے دعا مانگی۔ اللہ نے جلد ہی اُن کی بیماری دُور کر دی۔

⁂

ایک دفعہ حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ انصاری بیمار ہو گئے۔ اُن کا گھر کافی فاصلے پر تھا لیکن آپؐ ان کی بیمار پُرسی کے لیے کئی بار پیدل تشریف لے گئے۔

ایک دن آپؐ حضرت جابرؓ کے گھر پہنچے تو ان کو بے ہوش پایا۔ آپؐ نے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تو ان کو ہوش آ گیا۔

رسُولِ پاک ﷺ لوگوں کے غم میں شریک ہوتے تھے

٭

کوئی شخص مر جائے تو اس کے رشتہ داروں کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ان کے غم میں شریک ہونے کو تعزیت کہتے ہیں۔ ہمارے رسولِ پاکؐ کسی کی موت کی خبر سنتے تو آپؐ تعزیت کے لیے اس کے گھر تشریف لے جاتے، گھر والوں کو تسلی دیتے اور صبر کی تلقین فرماتے۔ مرنے والا مسلمان ہوتا تو آپؐ اس کے جنازے میں بھی شریک ہوتے۔

آپؐ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب مُوتہ کی لڑائی میں شہید ہو گئے تو آپؐ کو بہت غم ہوا۔ آپؐ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کی بیوی حضرت اسماءؓ بنت عُمیس کو تسلی دی اور ان کے بچوں کو گلے لگا کر پیار کیا پھر اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا پکاؤ کیونکہ وہ غم میں مصروف ہیں۔

٭

ایک صحابی بیمار ہوئے۔ آپؐ ان کی عیادت کے لیے کئی بار تشریف لے گئے وہ رات کے وقت فوت ہو گئے۔ لوگوں نے انہیں رات ہی کو دفن کر دیا اور آپؐ کو اس خیال سے اطلاع نہ دی کہ آپؐ کو تکلیف

ہو گئی۔ صبح جب آپؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے شکایت کی کہ تم نے مجھے کیوں خبر نہ کی۔ پھر ان کی قبر پر جا کر نمازِ جنازہ پڑھی۔

٭

حضرت ابو سلمہؓ بن عبدالاسد فوت ہوئے تو آپؐ ان کے گھر تشریف لے گئے اور دیر تک ان کے بیوی بچوں کو تسلی دیتے رہے۔

٭

بدر کی لڑائی سے پہلے حضرت اسعدؓ بن زرارہ انصاری فوت ہو ہو گئے۔ آپؐ کو خبر ملی تو بہت رنج ہوا۔ ان کے گھر تشریف لے گئے رشتہ داروں کو تسلی دی اور فرمایا کہ قضا کا کوئی علاج نہیں۔ حضرت اسعدؓ نے دو بچیاں چھوڑی تھیں آپؐ نے ہمیشہ ان کا خیال رکھا اور دونوں کو سونے کی بالیاں جن میں موتی پڑے ہوئے تھے پہنائیں۔

رسولِ پاک ﷺ مہمانوں کی بہت عزت کرتے تھے

ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم مہمانوں کی بہت عزت کرتے تھے اور خود بھوکے رہ کر بھی مہمان کو کھانا کھلاتے اور اس کی ہر طرح سے خدمت کرتے تھے۔ اس میں کافر اور مسلمان کی کوئی تمیز نہ تھی۔ کوئی بھی مہمان آتا آپؐ اس کو بغیر کچھ کھلائے پلائے نہ جانے دیتے تھے۔

ایک دفعہ ایک کافر آپؐ کے پاس مہمان ٹھہرا۔ آپؐ نے اسے ایک بکری کا دودھ پلایا، اس سے اس کا پیٹ نہ بھرا۔ پھر آپؐ نے دوسری بکری کا دودھ پلایا وہ بھی کافی نہ ہوا، پھر آپؐ نے تیسری، چوتھی یہاں تک کہ سات بکریوں کا دودھ اسے پلایا تب کہیں جا کر وہ سیر ہوا۔ اس سارے عرصے میں آپ خوش خوش رہے نہ آپ کی پیشانی پر شکن آئی اور نہ حیرت کا کوئی لفظ آپؐ کی زبان سے نکلا۔

ایک مرتبہ قبیلۂ غفار کا ایک شخص آپؐ کا مہمان ہوا۔ رات کو کھانے کے لیے آپؐ کے پاس بکری کا تھوڑا سا دودھ تھا آپؐ نے یہ سارا دودھ مہمان کو پلا دیا اور خود رات فاقہ سے گزاری۔

جو لوگ آپؐ سے ملاقات کرنے یا اسلام قبول کرنے کے لیے

مدینہ آتے آپؐ ان کی بہت عزت اور خاطر تواضع کرتے۔ ہجرت کے نویں سال نجران سے ساٹھ عیسائی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان کو مسجدِ نبوی میں ٹھہرایا اور اپنے طریقے پر نماز پڑھنے کی بھی اجازت دے دی۔ آپؐ نے ان لوگوں کی خود مہمان داری کی۔

ایک دفعہ ایک کافر آپؐ کا مہمان بنا۔ رات کو اس نے اتنا کھانا کھا لیا کہ پیٹ میں گڑبڑ ہو گئی اور نیند کی حالت میں بستر ہی میں اس کا پاخانہ نکل گیا۔ صبح کو شرمندگی کے باعث آپؐ کے تشریف لانے سے پہلے ہی اٹھ کر چلا گیا۔ راستہ میں یاد آیا کہ جلدی میں تلوار وہیں چھوڑ آیا ہوں۔ تلوار لینے کے لیے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ رسولِ پاکؐ خود بستر دھو رہے ہیں، صحابہؓ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ہم یہ کام کریں گے لیکن آپؐ فرماتے ہیں:
"نہیں نہیں وہ شخص میرا مہمان تھا اس لیے یہ کام میں خود ہی کروں گا۔"
پھر آپؐ کی نظر اس شخص پر پڑی تو آپؐ نے بڑی محبت سے فرمایا، "بھائی تم اپنی تلوار یہیں بھول گئے تھے اسے لے جاؤ۔" اس کے دل پر آپؐ کے اخلاق کا اتنا اثر ہوا کہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

رسولِ پاکؐ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن کو مانتا ہے اس کو چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے۔ اپنے مکان میں آنا دے۔ عمدہ کھانا ہو سکے تو کھلائے اس کا حال اچھی طرح سے پوچھے۔ مہمانداری کا تین دن تک حق ہے اس سے زیادہ کرے تو ثواب ہو گا۔

رسولِ پاک ﷺ
لوگوں کی خدمت کر کے خوش ہوتے تھے

*

رسولِ پاک اللہ کے بندوں کی خدمت کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اپنا ہو یا بیگانہ۔ مسلمان ہو یا کافر، آقا ہو یا غلام، آپ ہر ایک کے کام آتے تھے اور ان کے ادنےٰ سے ادنےٰ کام بھی کر دیتے تھے۔

مکہ میں آپ ہر روز غریب اور بے سہارا بیوہ عورتوں کا سودا سلف خود خرید کر اور اپنے کندھوں پر اٹھا کر ان کے گھروں پر پہنچا دیتے تھے۔ ایک دن ابوسفیان نے حقارت سے کہا:

"تم نے غریب اور کمینے لوگوں کا سامان اٹھا اٹھا کر اپنے خاندان کا نام بدنام کر دیا ہے۔"

آپ نے فرمایا: "میں ہاشم کا پوتا ہوں جو غریبوں اور امیروں سب کی مدد کرتا تھا اور اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو حقیر نہیں جانتا تھا۔"

ایک دفعہ آپ کے ایک صحابی حضرت خبابؓ بن اَرَت مدینہ سے دُور ایک لڑائی پر گئے۔ ان کے گھر میں کوئی مرد نہ تھا اور عورتیں جانوروں

کا دودھ دوہنا نہیں جانتی تھیں۔ آپؐ کو معلوم ہوا تو آپؐ ہر روز حضرت خبابؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کے جانوروں کا دودھ دوہ دیا کرتے۔

ایک دفعہ آپؐ نماز کے لیے کھڑے ہو چکے تھے کہ ایک بدّو آیا اور آپؐ کا دامن پکڑ کر بولا: "میرا ایک ذرا سا کام رہ گیا ہے ایسا نہ ہو میں بھول جاؤں۔ پہلے اس کو کر دو۔"

آپؐ اس کے ساتھ فوراً مسجد سے باہر نکل آئے اور اس کا کام پورا کر کے نماز ادا کی۔

مدینہ منورہ کی لونڈیاں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور عرض کرتیں: "یا رسول اللہ میرا فلاں کام ہے۔"

آپؐ اپنا کام کاج چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کے ساتھ جا کر ان کا کام کر دیتے۔

غرض آپؐ ہر ایک کی خدمت کر کے خوش ہوتے تھے۔

رسولِ پاک ﷺ بڑے سخی تھے

اپنے مال کو دوسروں کی بھلائی کے لیے دل کھول کر خرچ کرنا سخاوت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے رسولِ پاکؐ سب سے بڑے سخی دل والے تھے۔

آپؐ نے تمام عمر کبھی کسی مانگنے والے کو نہ جھڑکا بلکہ کچھ نہ کچھ دے دلا کر رخصت کیا۔ اگر آپؐ کے پاس کوئی چیز نہ ہوتی تو قرض لے کر مانگنے والے کی ضرورت پوری کر دیتے یا اس سے کہہ دیتے کہ تم میرا نام لے کر فلاں سے قرض لے لو میں ادا کر دوں گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسولِ پاکؐ سے کچھ مانگا گیا ہو اور آپؐ نے فرمایا ہو، میں نہیں دیتا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپؐ کی بکریوں کا ایک بڑا ریوڑ دو پہاڑوں کے درمیان چرتے دیکھا۔ اس نے درخواست کی کہ اے محمدؐ یہ تمام بکریاں مجھے دے دیں۔ آپؐ نے اسی وقت وہ سب بکریاں اس کو دے دیں۔ یہ سخاوت دیکھ کر وہ شخص اپنے قبیلہ سمیت مسلمان ہو گیا۔

ایک دن رسولِ پاکؐ کے پاس چھ اشرفیاں تھیں چار تو آپؐ نے

خرچ کر دیں اور دو بچ رہیں ان کی وجہ سے تمام رات آپؐ کو نیند نہ آئی۔
بی بی عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی، معمولی بات ہے صبح ان کو بھی خیرات کر دیجیئے گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا خبر میں صبح تک زندہ رہوں گا یا نہیں۔

ایک دفعہ رسول پاکؐ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد عادت کے خلاف فوراً گھر تشریف لے گئے اور پھر فوراً واپس تشریف لے آئے۔ صحابہؓ اس پر حیران ہوئے تو آپؐ نے فرمایا۔ "گھر میں کچھ سونا پڑا تھا مجھے خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ رات کو بھی گھر میں پڑا رہے۔ میں گھر والوں سے یہ کہنے گیا تھا کہ اسے رات ہونے سے پہلے خدا کی راہ میں دے دیں۔

ایک بار نوّے ہزار درہم آئے۔ آپؐ نے ان کو ضرورت مندوں اور مانگنے والوں میں بانٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ سب ختم ہو گئے۔ پھر ایک مانگنے والا آ گیا آپؐ نے فرمایا کہ اب میرے پاس کچھ نہیں رہا لیکن تم میرے نام پر قرض لے لو اسے میں ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ، خدا کسی کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ آپؐ خاموش ہو گئے۔ اس پر ایک انصاری نے کہا "یا رسول اللہ آپ بے دریغ خرچ کریں اللہ مالک ہے وہ آپ کو محتاج نہ کرے گا۔" آپؐ یہ سن کر خوش ہو گئے اور فرمایا کہ ہاں مجھے ایسا ہی حکم دیا گیا ہے۔

ایک دفعہ بحرین کے علاقے سے بہت بڑی رقم آئی آپؐ

نے اس کو مسجد کے صحن میں رکھوا دیا اور نماز سے فارغ ہو کر اسے تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جو آتا اسے کچھ عنایت فرماتے یہاں تک کہ باقی کچھ نہ رہا اور آپؐ کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

ایثار

ایثار کا درجہ سخاوت سے بڑھ کر ہے۔ سخاوت یہ ہے کہ اپنی ضرورت سے زائد مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اور ایثار یہ ہے کہ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت سے بڑھ کر سمجھا جائے اور اس میں خواہ اپنا نقصان ہو جائے لیکن اللہ کو راضی کرنے کے لیے اس کی پروا نہ کی جائے۔

ہمارے رسولِ پاکؐ سب سے بڑھ کر ایثار کرنے والے تھے۔

ایک دن قبیلہ بنو غفار کا ایک شخص آپؐ کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ اس دن رات کے کھانے کے لیے آپؐ کے گھر میں صرف بکری کا دودھ تھا۔ آپؐ نے سارا دودھ مہمان کو پلا دیا اور خود فاقہ کیا حالانکہ اس سے پہلی رات بھی آپؐ فاقہ سے تھے۔

ایک دفعہ ایک خاتون نے آپؐ کی خدمت میں چادر پیش کی۔ آپؐ کو چادر کی ضرورت تھی۔ آپؐ نے لے لی۔ ایک صحابی نے اسی وقت چادر کے لیے اپنی ضرورت بتائی۔ آپؐ نے فوراً

وہ چادر اُن کو دے دی۔

ایک غریب صحابی نے شادی کی۔ ولیمہ کی دعوت کے لیے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپؐ کو معلوم ہوا تو اپنے گھر سے آٹے کی بوری منگا کر ان کو ولیمہ کے لیے دے دی حالانکہ اس دن اس آٹے کے سوا آپؐ کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔

ایک صحابی نے فوت ہوتے وقت وصیت کی کہ میرے سات باغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیئے جائیں۔ یہ ۳ھ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس زمانے میں آپؐ کو مال کی سخت ضرورت تھی لیکن آپؐ نے ان ساتوں باغوں کی آمدنی خدا کی راہ میں وقف کر دی جو کچھ حاصل ہوتا آپؐ ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہ رکھتے تھے اور سب غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

رسولِ پاک ﷺ بڑے شرم وحیا والے تھے

※

ہمارے رسولِ پاک ﷺ بہت ہی شرم اور حیا والے تھے ۔ آپ ﷺ بازار سے نظریں جُھکا کر خاموشی سے گزرتے تھے ۔ قہقہہ لگا کر کبھی نہ ہنستے تھے ۔ ہنسی کے موقع پر بھی اکثر مسکرا دیتے ۔ بدن کا جو حصہ چھپانے کے لائق ہوتا اس پر بڑا دھیان دیتے ۔ اگر کوئی بُری حرکت یا زیادتی کرنے والا شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگتا تو آپ ﷺ شرم سے گردن جُھکا لیتے ۔ اگر کبھی آپ ﷺ کے سامنے کوئی شخص ایسی حرکت کرتا جو آپ ﷺ کو پسند نہ ہوتی تو آپ اس کا نام لے کر منع نہ فرماتے بلکہ عام لفظوں میں ایسے طریقے سے اس کام سے منع فرماتے کہ سب کو اس حرکت کے اچھا نہ ہونے کا علم ہو جاتا ۔ آپ ﷺ کبھی کسی کو طعنہ نہ دیتے تھے اور نہ بُرے نام سے پکارتے تھے ۔

آپ ﷺ حاجت سے فارغ ہونے کے لیے شہر سے اس قدر دُور نکل جاتے تھے کہ کوئی دیکھ نہ سکتا تھا ۔ کبھی کبھی تین تین میل دُور چلے جاتے تھے ۔ اس وقت عرب میں گھروں کے اندر پاخانے بنانے کا رواج نہ تھا لوگ رفع حاجت کے وقت میدانوں میں

جا کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ جاتے تھے اور باتیں کرتے رہتے تھے۔ آپؐ نے لوگوں کو اس حرکت سے منع فرمایا اور ان کو بتایا کہ ایسا کرنے سے خدا ناراض ہوتا ہے۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ ہر ایک دین کی ایک صفت ہوتی ہے۔ اسلام کی صفت حیا ہے اور حیا سے صرف بھلائی ہی حاصل ہوتی ہے۔

(۳۰)

رسولِ پاکؐ خود تکلیف برداشت کر لیتے تھے لیکن شرم کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کو کام کرنے کو نہ فرماتے تھے۔

(۳۱)

ایک دفعہ آپؐ نے ایک شخص کو میدان میں (ننگا) نہاتے دیکھا۔ آپؐ منبر پر چڑھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: "بے شک اللہ حیا دار ہے وہ حیا اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے اس لیے جب تم میں سے کوئی (میدان) میں نہائے تو اسے چاہیے کہ پردہ کر لے۔

رسولِ پاک ﷺ بہت خوش مزاج تھے

ہمارے رسُولِ پاکؐ بہت ہنس مُکھ اور خوش مزاج تھے۔ آپؐ کو خشک مزاجی اور روکھا پن پسند نہ تھا۔ آپؐ کبھی کبھی لوگوں سے ہنسی مذاق بھی کر لیتے، لیکن یہ ہنسی مذاق بھی بہت پاکیزہ اور پیارا ہوتا۔

ایک دفعہ ایک اندھا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ”اے اللہ کے رسول کیا میں جنت میں داخل ہو سکوں گا؟“ آپؐ نے فرمایا: ”نہیں بھائی کوئی اندھا جنت میں نہ جائے گا۔“ اندھا رونے لگا۔ آپؐ ہنس پڑے اور فرمایا: ”بھائی کوئی اندھا، اندھا ہونے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہو گا بلکہ سب کی آنکھیں روشن ہوں گی۔“ یہ سُن کر اندھا بے اختیار ہنسنے لگا۔

ایک مرتبہ ایک بوڑھی صحابیہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپؐ سے درخواست کی کہ میرے لیے جنّت کی دعا کریں۔ آپؐ نے فرمایا: ”کوئی بڑھیا جنت میں نہ جائے گی۔“

وہ رونے لگیں۔ آپؐ نے مسکرا کر فرمایا: ”بوڑھیاں جنّت میں نہ جائیں گی مگر جوان ہو کر جائیں گی۔“ اس پر وہ خوش ہو گئیں۔

ایک دفعہ آپؐ کی کھلائی ماں حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے آپؐ سے ایک اونٹ مانگا۔ آپؐ نے فرمایا: "میں آپ کو اونٹ کا بچہ دوں گا۔"

انہوں نے کہا "میں اونٹ کا بچہ لے کر کیا کروں گی؟" آپؐ نے فرمایا "میں تو آپ کو اونٹ کا بچہ ہی دوں گا۔" اس پر وہ مغموم ہو گئیں۔ آپؐ نے ایک خادم کو اشارہ کیا انہوں نے ایک جوان اونٹ لاکر حضرت اُمّ ایمنؓ کے سپرد کر دیا۔ اب آپؐ نے مسکرا کر فرمایا: "کیا یہ اونٹ کا بچہ نہیں، ہر اونٹ، اونٹ ہی کا تو بچہ ہوتا ہے۔" یہ سن کر وہ مسکرا دیں۔

ایک دفعہ ایک صحابیہ نے حاضر ہو کر درخواست کی: "یا رسول اللہؐ میرا شوہر بیمار ہے اس کی صحت کے لیے دعا فرمائیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "تمہارا خاوند وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؟" وہ حیران ہو گئیں اور گھر جا کر اپنے خاوند کی آنکھ کھول کر دیکھنے لگیں۔ انہوں نے کہا، کیا بات ہے؟ کہنے لگیں "رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ تمہارے خاوند کی آنکھ میں سفیدی ہے۔" وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے "کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو۔" اب رسول پاکؐ کے پاکیزہ مذاق کو سمجھیں۔ اس کا مقصد ان کے شوہر کو خوش کرنا تھا۔

رسولِ پاک ﷺ بڑی میٹھی زبان والے تھے

ہمارے رسولِ پاک بڑے خوش اَخلاق اور نرم مزاج تھے۔ آپؐ کسی کا دل نہیں دُکھاتے تھے اور ہر ایک سے بڑی محبّت اور نرمی سے گفتگو فرماتے تھے۔ آپؐ کا چہرۂ مبارک ہر وقت کھلا رہتا تھا زبان مبارک میں اتنی مٹھاس تھی کہ ہر ایک کا دل موہ لیتی تھی۔

ایک دفعہ ایک شخص آپؐ کے دروازے پر حاضر ہوا اور آپؐ سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے فرمایا:

"اسے اندر آنے دو لیکن یہ اپنے قبیلے کا اچھا آدمی نہیں ہے۔"

جب وہ اندر آیا تو آپؐ اس سے بہت اچھی طرح پیش آئے اور بڑی محبّت اور نرمی سے گفتگو فرمائی۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حیران ہو کر پوچھا:

"یا رسول اللہ آپؐ کے نزدیک تو وہ شخص اچھا نہیں تھا لیکن آپ نے اس کے ساتھ نہایت نرمی اور محبّت کے ساتھ گفتگو فرمائی۔"

آپؐ نے فرمایا: "خدا کے نزدیک سب سے بُرا آدمی وہ ہے جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اس سے مِلنا جُلنا

چھوڑ دیں۔"

مدینہ میں ایک دفعہ قحط پڑا۔ عباد بن شرُجبیل ایک صاحب بھوک سے مجبور ہو کر ایک باغ میں گھس گئے اور کچھ پھل توڑ کر کھائے کچھ اپنے پاس رکھ لیے۔ باغ کے مالک نے ان کو پکڑ کر مارا اور پھر کپڑے اتروا لیے۔ عباد آپؐ کی خدمت میں شکایت لے کر حاضر ہوئے باغ کا مالک بھی ساتھ تھا۔ اس نے عباد کی چوری کا حال بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا:

" یہ جاہل تھا تو تم نرمی اور محبّت سے اسے تعلیم دیتے،
بھوکا تھا اس کو کھانا کھلاتے۔

پھر آپؐ نے عباد کے کپڑے واپس دلوائے اور بہت سا غلّہ اپنے پاس سے دیا۔

ایک دفعہ ایک بدّو آیا اور آپؐ سے کچھ مانگا۔ آپؐ نے عطا فرمایا اور پوچھا کہ خوش ہو؟ اُس نے کہا:

" نہیں تم نے میرے ساتھ کچھ بھی سلوک نہیں کیا۔"

اس گستاخی پر صحابہؓ کو غصہ آگیا اور اسے قتل کرنے لگے۔ آپؐ نے اشارہ سے منع فرمایا —— اور پھر گھر سے لاکر اس کو کچھ اور دیا۔ اب وہ خوش ہو گیا اور دعائیں دینے لگا۔ آپؐ

نے نہایت محبت سے فرمایا :

"تیرا پہلا کام میرے ساتھیوں کو بُرا معلوم ہوا کیا تم پسند کرتے ہو کہ جو کچھ تم اب کہہ رہے ہو ان کے سامنے بھی کہہ دو تاکہ ان کے دل تمہاری طرف سے صاف ہو جائیں"۔

اس نے کہا: "میں کہہ دوں گا۔"

دوسرے دن آپؐ نے صحابہؓ کے سامنے اس سے سوال کیا:

"اب تو مجھ سے خوش ہے نا۔"

اس نے کہا: "بے شک" اور پھر دعا دی۔

آپؐ نے فرمایا: "ایک شخص کی اونٹنی بھاگ گئی لوگ اس کے پیچھے دوڑتے تھے اور وہ آگے بھاگتی تھی۔ مالک نے دوسرے لوگوں سے کہا، تم سب رک جاؤ یہ میری اونٹنی ہے اور میں ہی اسے سمجھتا ہوں۔ لوگ رک گئے۔ اونٹنی ایک جگہ رک کر گھاس چرنے لگی مالک نے اسے پکڑ لیا۔ میری اور اس بدّو کی مثال ایسی ہی تھی۔ تم اسے مار ڈالتے تو بیچارہ دوزخ میں جاتا۔"

رسولِ پاک ﷺ دوسروں پر اپنی بڑائی نہیں جتاتے تھے

ہمارے رسولِ پاکؐ اللہ تعالیٰ کے بعد سارے جہانوں کی سب سے بڑی ہستی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عرب کی حکومت بھی عطا کی تھی اس لیے آپؐ کو ہر لحاظ سے سب سے بڑا رتبہ حاصل تھا لیکن آپؐ کبھی دوسروں پر اپنی بڑائی نہیں جتاتے تھے اور سب سے برابری کا برتاؤ کرتے تھے۔ اسی بات کو مُساوات کہا جاتا ہے۔ آپؐ نے مُساوات کا جو نمونہ پیش کیا دنیا کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

مسجدِ قُباء اور مسجدِ نبوی کی تعمیر شروع ہوئی تو رسولِ پاکؐ صحابہؓ کے ساتھ مل کر گارا ڈھوتے تھے وہ بہتیرا عرض کرتے کہ یارسول اللہ آپ رہنے دیجیے ہم خود یہ کام کرلیں گے لیکن آپؐ فرماتے تھے، نہیں میں بھی تمہارے ساتھ اس کام میں برابر حصہ لوں گا۔

اسی طرح خندق کی لڑائی میں آپؐ صحابہؓ کے ساتھ مل کر خندق کھودتے تھے۔ آپؐ کا پاک بدن گرد وغبار سے اَٹ جاتا تھا اور آپؐ سخت تھک جاتے تھے لیکن اس حال میں بھی کام جاری رکھتے تھے۔

صحابہ بار بار آپؐ سے یہ کام چھوڑ دینے کی درخواست کرتے لیکن آپؐ فرماتے کہ نہیں میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا اور تمہارے ساتھ ساتھ رہوں گا۔

✣

بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کے پاس سواری کے جانور بہت کم تھے۔ ہر تین آدمیوں کے حصے میں ایک اونٹ آیا تھا اس پر لوگ باری باری چڑھتے اترتے تھے۔ رسول پاکؐ بھی اپنی باری سے اونٹ پر چڑھتے تھے اور پھر اتر کر پیدل چلنے والوں کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا :۔

"یا رسول اللہ آپ اونٹ پر تشریف رکھیں۔ پیدل چلنے کی تکلیف گوارا نہ فرمائیں۔"

آپؐ نے فرمایا : "میں تم سے کم پیدل نہیں چل سکتا اور نہ تم سے کم ثواب کا محتاج ہوں۔"

✣

بدر کی لڑائی میں مسلمانوں نے جو لوگ قیدی بنائے ان میں آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے۔ انہوں نے اُس وقت تک اپنے اسلام کا اعلان نہیں کیا تھا۔ قیدیوں کی رہائی کے لیے مسلمانوں کو ایک خاص رقم (فدیہ) ادا کرنا ضروری تھا۔ بعض صحابہؓ نے آپؐ سے عرض کی :

"یا رسول اللہ آپ اجازت دیں تو ہم (آپؐ کے چچا) عباس کو کچھ

لیے بغیر رہا کر دیں۔" آپؐ نے فرمایا: "نہیں ایک درہم بھی معاف نہ کرو۔

(یعنی میرے چچا ہونے کی وجہ سے ان کا لحاظ نہ کرو)

✥

ایک مرتبہ آپؐ سفر میں تھے کہ جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ آپؐ اسے ٹانکنے لگے تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ لائیے میں ٹانک دوں۔"

آپؐ نے فرمایا: "مجھے دوسروں پر اپنی بڑائی جتانا پسند نہیں۔"

چنانچہ آپؐ نے خود تسمہ ٹانکا۔

✥

ایک مرتبہ رسولِ پاکؐ کسی لڑائی پر تشریف لیے جا رہے تھے راستے میں ایک جگہ بکری ذبح کرنے اور پکانے کی تجویز ہوئی۔ صحابہؓ نے آپس میں کام بانٹ لیے۔ ایک صحابیؓ نے کہا، میں اسے ذبح کروں گا۔ دوسرے نے کہا، میں اس کا گوشت بناؤں گا۔ تیسرے نے کہا میں اسے پکاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا: "میں جنگل سے لکڑیاں لاؤں گا۔" صحابہؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہم سب کام کرلیں گے۔" آپؐ نے فرمایا: "مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں اپنے کو تم پر ترجیح دوں۔"

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت سادہ مزاج تھے

ہمارے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مزاجِ مبارک میں بہت سادگی تھی۔ اللہ نے آپ کے ہاتھ میں سارے عرب کی حکومت دی تھی لیکن آپ میں ذرا بھی غرور اور گھمنڈ نہ تھا۔ گھر کا کام کاج خود ہی کر لیتے۔ اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے، اپنا جوتا گانٹھ لیتے، گھر میں جھاڑو دے لیتے اور خود ہی دودھ دوہ لیتے تھے۔ زمین پر چٹائی پر فرش پر جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے تھے۔ مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ چھوٹا ہو یا بڑا اسے سلام کرنے میں خود پہل کرتے تھے۔ غریبوں اور غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے اور غریب سے غریب آدمی کی بیمار پُرسی کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ خچر اور گدھے پر بھی خوشی سے سوار ہو جاتے اور کبھی کبھی دوسروں کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیتے۔ صحابہؓ کے ساتھ گھل مل کر بیٹھ جاتے۔ ان سے الگ یا اونچی جگہ پر بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مجلس میں کوئی اجنبی شخص آپؐ کو آسانی سے نہ پہچان سکتا تھا۔ بازار سے خود سودا خرید کر لے آتے اور اپنے جانوروں کو خود چارہ ڈالتے تھے۔

ایک دن آپؐ گھر سے نکلے۔ لوگ آپؐ کو دیکھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے اُن کو منع فرمایا کہ میرے آنے پر کھڑے نہ ہوا کرو۔

✣

خندق کی لڑائی کے بعد آپؐ بنو قُریظہ کے یہودیوں کی جانب تشریف لے گئے تو ایک گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کی چھال سے بنی ہوئی تھی اور اس کی پیٹھ پر زین کی جگہ کھجور کی چٹائی پڑی ہوئی تھی۔

✣

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ پاکؐ حج کے لیے گئے تو میں نے دیکھا کہ جو چادر آپؐ نے اوڑھ رکھی تھی اس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہ تھی۔

✣

ایک دن دو صحابی آپؐ کے گھر گئے دیکھا کہ آپؐ خود اپنے مکان کی مرمت کر رہے ہیں وہ بھی آپؐ کا ہاتھ بٹانے لگے۔ کام ختم ہو گیا تو آپؐ نے ان دونوں کو بہت دعائیں دیں۔

✣

ایک دن آپؐ نے ایک دکان سے پاجامہ خریدا۔ اٹھنے لگے تو دکاندار نے آپؐ کا ہاتھ چومنا چاہا آپؐ نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا

اور فرمایا "یہ تو عجم کے لوگوں کا طریقہ ہے۔ میں بادشاہ نہیں ہوں تم ہی سے ایک ہوں۔"

✣

ایک دفعہ ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ کو دیکھ کر کانپنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا:

"ڈرو نہیں، میں بادشاہ نہیں ہوں، ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔"

✣

جس دن رسول پاکؐ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ اتفاق سے اسی دن سورج گرہن تھا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ آپؐ کے صدمہ کا اثر سورج پر بھی ہوا ہے۔ آپؐ نے سنا تو لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور فرمایا:

"لوگو! کسی کی موت سے سورج یا چاند میں گرہن نہیں لگتا۔ یہ تو خدا کی قدرت کا ایک نشان ہے۔"

✣

ایک دفعہ ایک صحابی نے باتیں کرتے کرتے کہہ دیا:

"جو اللہ چاہے اور آپؐ چاہیں۔"

آپؐ نے فرمایا:

"تم نے مجھے خدا کا شریک بنا دیا —— یوں کہو جو

اللہ تعالیٰ (اکیلا) چاہے۔"

✣

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک ؐ سے ہم نے سنا۔ آپ ؐ فرماتے تھے کہ لوگو! میری حد سے زیادہ تعریف نہ کرنا جس طرح عیسائی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حد سے زیادہ تعریف کرتے ہیں۔ (ان کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں) میں تو خدا کا ایک بندہ ہوں اس لیے تم مجھ کو خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

رسولِ پاک ﷺ بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیتے تھے

☆☆☆

ہمارے رسول پاک ؐ کے ساتھ کوئی بُرائی یا زیادتی کرتا تو آپ ؐ اس سے کوئی بدلہ نہ لیتے بلکہ اس کے ساتھ بھلائی کرتے۔

ایک دفعہ ایک بدّو آیا اس نے آتے ہی رسول پاک ؐ کی چادر اس زور سے کھینچی کہ اس کا کنارہ آپ ؐ کی گردن میں کھُب گیا جس سے آپ ؐ کو بہت تکلیف ہوئی پھر اس نے بڑی گستاخی سے کہا:

"محمدؐ میرے یہ دو اونٹ ہیں ان پر لادنے کے لیے مجھے سامان دو۔ تیرے پاس جو مال ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔"

آپ ؐ نے بڑی نرمی کے ساتھ فرمایا "مال تو اللہ کا ہے میں اس کا بندہ ہوں۔"

پھر آپ ؐ نے پوچھا: "تم نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے کیا تم اس پر ڈرتے نہیں ہو۔"

بدّو نے کہا: "نہیں۔"

آپ ؐ نے پوچھا "کیوں"

بولا: "مجھے پورا یقین ہے کہ تم بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے۔"

آپؐ مسکرانے لگے اور اس کے اونٹوں پر کھجوریں اور جَو لدوا دیئے۔

✣

رسولِ پاکؐ جب طائف گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپؐ سے بہت بُرا سلوک کیا اور پتھر مار مار کر آپؐ کو زخمی کر دیا۔ لیکن چند سال بعد یہی لوگ مدینہ آئے تو آپؐ نے اُن سے بہت ہی اچھا سلوک کیا اور جب تک وہ ٹھہرے ان کی بڑی خاطر تواضع کی اور ایک مرتبہ بھی ان کو نہیں جتایا کہ تم نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔

✣

اُحد کی لڑائی میں آپؐ کو کئی زخم لگے اور آپؐ کے دو دانت بھی شہید ہو گئے۔ آپؐ سے کہا گیا کہ "دشمنوں کے لیے بددعا فرمائیے"۔ لیکن آپؐ نے فرمایا، "نہیں میں لعنت کرنے کے لیے نبی نہیں بنایا گیا"۔ پھر آپؐ نے یہ دعا فرمائی:

"اے خدا میری قوم کو ہدایت دے وہ مجھے نہیں جانتی"

✣

ایک صحابی زیدؓ بن سعنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے یہودی تھے اسی زمانے میں ایک بار آپؐ نے ان سے کچھ قرض لیا اور ایک مقررہ تاریخ تک اسے واپس کرنے کا وعدہ کیا۔ زید وعدے سے پہلے ہی مانگنے آ گئے۔ انہوں نے آپؐ کی چادر پکڑ کر کھینچی اور بڑی گستاخی سے کہا: "تم ٹال مٹول کر کے میری رقم مار لو گے"۔ حضرت عمرؓ

بھی وہاں موجود تھے ان کو غصہ آگیا اور وہ تلوار کھینچ کر یہ کہتے ہوئے زید کی طرف بڑھے ــــــ "او اللہ کے دشمن تو اللہ کے رسولؐ کے بارے میں ایسی بُری باتیں کہتا ہے ۔" رسولِ پاکؐ نے مسکرا کر حضرت عمرؓ کو روکا اور ان سے فرمایا :

"اے عمر تم کو چاہیئے تھا کہ مجھ سے کہتے قرضہ ادا کر دو اور اس سے کہتے بھائی نرمی کرو ۔"

اس کے بعد فرمایا کہ "زید کا قرضہ ادا کردو اور اس کو بیس صاع (ایک وزن ہوتا تھا) کھجوریں زیادہ دے دو ۔"

زیدؓ آپؐ کا ایسا اچھا اخلاق دیکھ کر مسلمان ہو گئے ۔

رسُولِ پاک ﷺ
سب سے بڑھ کر معاف کر دینے والے تھے

ہمارے رسُولِ پاک اپنے بیگانے ہر ایک کی غلطیوں اور زیادتیوں سے درگزر فرماتے تھے اور اپنے جانی دشمنوں پر بھی قابو پا کر انہیں معاف فرما دیتے تھے۔

مکہ کے کافر آپؐ کو بیس برس تک ستاتے رہے۔ جب آپ مکہ میں تھے تو انہوں نے آپؐ پر اور دوسرے مسلمانوں پر بڑے بڑے ظلم کیے۔ آپؐ کو گالیاں دیں، آپؐ کو بُرے ناموں سے پکارا، آپؐ کا گلا گھونٹا راستے میں کانٹے بچھائے، قتل کرنے کی کوششیں کیں یہاں تک کہ آپؐ کو اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ آنا پڑا۔ کافروں نے مدینہ پر بھی بار بار چڑھائی کی اور آپؐ کو دُکھ دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن جب آپؐ نے مکہ فتح کیا تو آپؐ نے کسی سے بدلہ نہیں لیا اور سب کو معاف فرما دیا۔

حضرت ابوسفیانؓ آپؐ کے سخت دشمن تھے۔ آپؐ سے کئی بار لڑے مگر جب وہ مکہ کی فتح کے موقع پر آپؐ کے سامنے آئے تو آپؐ نے ان کو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ یہ اعلان بھی کیا کہ جو اُن

کے گھر میں پناہ لے گا اُس کو بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔

اُحد کی لڑائی میں آپؐ کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تو ابوسفیانؓ کی بیوی ہندہؓ نے ان کا پیٹ پھاڑ کر کلیجہ چبا ڈالا اور ناک کان کاٹ کر ہار بنایا۔ لیکن جب مکہ کی فتح کے بعد وہ آپؐ کے سامنے آئیں تو آپؐ نے انہیں معاف کر دیا۔

ہبار بن اَسوَد آپؐ کے سخت دشمن تھے۔ آپؐ کی پیاری بیٹی حضرت زینبؓ مکے سے مدینے کو ہجرت کرنے لگیں تو انھوں نے دوڑ کر اپنے نیزے سے حضرت زینبؓ کو اونٹ پر سے گرا دیا، ان کو ایسی سخت چوٹ آئی کہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکیں لیکن جب ہبار نے آکر معافی مانگی تو انہیں بھی معافی دے دی۔

عمیر بن وہب آپؐ کو شہید کرنے کے ارادے سے مدینہ آئے لیکن پکڑے گئے۔ جب آپؐ کے سامنے پیش کیے گئے تو آپؐ نے بالکل معاف کر دیا۔

وحشیؓ بن حرب نے اُحد کی لڑائی میں آپؐ کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا وہ اسلام قبول کرنے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں معاف فرما دیا اور صرف اتنا کہا کہ تم میرے سامنے نہ آیا کرو کیونکہ تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے چچا کی یاد آجاتی ہے۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اللہ پر بھروسا کرتے تھے

ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پر پورا بھروسا تھا۔ بڑی سے بڑی مصیبت ہو آپ اللہ پر بھروسا کرتے اور کسی قسم کے خوف کو اپنے دل میں جگہ نہ دیتے۔

ایک مرتبہ رسولِ پاکؐ ایک لڑائی سے واپس آتے ہوئے ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ ایک کافر بدّو ننگی تلوار ہاتھ میں لیے آپؐ کو شہید کرنے کے ارادے سے آیا اور گستاخی کے ساتھ آپؐ کو جگا کر پوچھا:

"اب تم کو کون بچائے گا۔"

آپؐ نے فرمایا، "اللہ"

یہ سن کر بدّو کانپنے لگا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ آپؐ نے وہی تلوار اٹھا کر اس سے پوچھا: "اب تجھے کون بچائے گا؟" ڈر کے مارے اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکلا۔ آپؐ نے فرمایا: "جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔"

ایک رات کو کچھ صحابہؓ آپؐ کے گھر کے گرد پہرا دے رہے

رہے تھے۔ آپؐ نے گھر سے سر باہر نکال کر اُن سے فرمایا :

"لوگو! واپس چلے جاؤ میری حفاظت اللہ کرے گا۔"

مکہ سے ہجرت کر کے آپؐ چند میل کے فاصلہ پر غارِ ثور میں مقیم ہوئے۔ کافر آپؐ کو تلاش کرتے کرتے غار کے منہ پر پہنچ گئے۔ آپؐ کے پیارے ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُن کے پاؤں دیکھ لیے اور گھبرا کر آپؐ سے کہا :

"یا رسُولَ اللہ اگر یہ ذرا جُھک کر دیکھیں گے تو ہم اُن کو نظر آ جائیں گے۔"

آپؐ نے اُن کو تسلی دی اور فرمایا :

"گھبراؤ نہیں ہمارے ساتھ اللہ ہے۔"

اور پھر واقعی اللہ نے آپؐ کو بچا لیا۔ کافر آپؐ کو دیکھ ہی نہ سکے اور واپس چلے گئے۔

ایک دفعہ صحابہؓ نے ایک شخص کو گرفتار کر کے آپؐ کے سامنے پیش کیا اور عرض کی کہ یہ آپؐ پر چھپ کر حملہ کرنا چاہتا تھا آپؐ نے فرمایا :

"اس کو چھوڑ دو یہ مجھ کو قتل کرنا بھی چاہتا تو نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ میری حفاظت کرنے والا ہے۔"

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بہادر اور نڈر تھے

*

ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بہادر اور نڈر تھے۔ آپؐ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے اور بڑی سے بڑی مشکل اور مصیبت کا مقابلہ سینہ تان کر کرتے تھے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی بہادر نہ تھا۔ ایک رات مدینہ میں کچھ شور اٹھا۔ صحابہؓ سمجھے کسی دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔ وہ فوراً تیار ہو کر جس طرف سے آواز آئی تھی اُدھر دوڑے، تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ انہیں رسولِ پاکؐ گھوڑے پر سوار راستہ میں واپس آتے ہوئے ملے۔ آپؐ اس شور کی طرف اکیلے تشریف لے گئے تھے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: "ڈرو نہیں، ڈرو نہیں میں شہر کے باہر دیکھ آیا ہوں۔ خطرہ کی کوئی بات نہیں ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جب بہت سخت لڑائی ہو رہی ہوتی تو اس وقت ہم رسولِ پاکؐ کی آڑ لیا کرتے تھے۔ ہم میں سب سے آگے آپؐ ہی دشمن کے قریب ہوتے تھے۔

ایک دفعہ کافروں نے کعبہ میں بیٹھ کر مشورہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اب جیسے ہی یہاں آئیں سب مل کر ان کو قتل کر ڈالیں۔ آپؐ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ نے کافروں کی گفتگو سن لی۔ وہ روتی ہوئی آپؐ کے پاس آئیں اور آپؐ کو کافروں کے ارادے کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا: "میری بچی گھبراؤ نہیں اللہ میرے ساتھ ہے۔" پھر آپؐ نے وضو کیا اور سیدھے کعبہ کی طرف روانہ ہو گئے جب آپؐ کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو کافروں پر آپؐ کی بہادری اور بے خوفی کا یہ اثر ہوا کہ ان کی نظریں خود بخود جھک گئیں اور کسی کو آپؐ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

بدر کی لڑائی میں تین سو تیرہ مسلمانوں کے مقابلے میں ایک ہزار کافر تھے۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کی صفوں سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ یہ اتنی خطرناک جگہ تھی کہ آپؐ کے قریب کھڑا ہونا بھی بڑی بہادری اور دلیری کا کام تھا۔

آپؐ نے جب مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تو ابوجہل نے اعلان کیا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ پکڑ کر یا ان کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دوں گا۔ عرب کے ایک بہادر سُراقہ نے آپؐ کا تعاقب کیا اور آپؐ کے بالکل

قریب پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؐ کے ساتھ تھے اور اُن کو آپؐ کی حفاظت کی بہت فکر تھی وہ بار بار مڑکر سُراقہ کی طرف دیکھتے تھے لیکن آپؐ نے ایک دفعہ بھی مڑ کر نہیں دیکھا کہ دشمن کس ارادے سے آ رہا ہے۔

اُحد کی لڑائی میں آپؐ پر تیروں تلواروں برچھیوں اور پتھروں کا مینہ برس رہا تھا اور آپؐ شدید زخمی بھی ہو گئے تھے لیکن اخیر تک میدان سے نہیں ہٹے۔ قریش کا ایک نامی بہادر اُبَی بن خلف اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار صفوں کو چیرتا ہوا آپؐ کی طرف بڑھا۔ مسلمانوں نے اس کا راستہ روکنا چاہا لیکن آپؐ نے منع فرما دیا۔ پھر ایک مسلمان کے ہاتھ سے برچھی لے کر اُبَی کے سامنے ہوئے اور برچھی کی اَنی اس کی گردن میں چبھو دی۔ وہ چیختا ہوا واپس بھاگا۔ اس کے ساتھیوں نے کہا، "معمولی زخم ہے اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔"

اس نے کہا:

"یہ سچ ہے لیکن یہ محمدؐ کے ہاتھ کا لگایا ہوا زخم ہے۔"

چنانچہ اسی زخم نے اس کی جان لے لی۔

حُنَین کی لڑائی میں گھات میں بیٹھے ہوئے کافروں نے

مسلمانوں پر اس قدر تیر برسائے کہ اکثر مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے لیکن رسولِ پاک پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے۔ آپؐ کے خچر کی لگام حضرت عباسؓ نے پکڑ رکھی تھی اور آپ اونچی آواز سے فرما رہے تھے :

"میں اللہ کا نبی ہوں اس میں بالکل جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطّلب کا بیٹا ہوں۔"

پھر آپؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دیں۔ انہوں نے زور سے نعرہ مارا :

"اے انصاریو! اے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو!"

اس آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام مسلمان پلٹ پڑے اور کافروں کو شکست دی۔
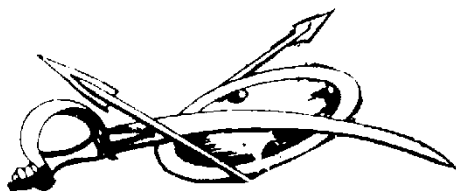
رسول پاک ﷺ
بڑے صبر اور شکر کرنے والے تھے

دنیا میں ہر انسان پر مصیبتیں اور تکلیفیں آتی ہیں اسی طرح ہر انسان کو خوشیاں اور نعمتیں بھی نصیب ہوتی ہیں لیکن بہت ہی کم انسان ایسے ہوتے ہیں جو مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور خوشی کے موقعوں پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ ہمارے رسول پاکؐ پر کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی آتی آپؐ اس کو بڑے صبر سے برداشت کرتے تھے اور جب آپؐ کو کوئی خوشی حاصل ہوتی تو فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔

مکہ میں تیرہ سال تک آپؐ کو اور آپؐ کے پیارے ساتھیوں کو سخت تکلیفیں دی گئیں اور ہر طریقے سے آپؐ کو ستایا گیا۔ پھر مدینہ میں بھی آپؐ کو بار بار لڑائیوں کی مصیبت میں ڈالا گیا لیکن آپؐ نے نہایت صبر سے تمام تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کیا اور کبھی اُف تک نہ کی۔ آپؐ کی پیاری والدہ، آپؐ کے شفیق دادا، آپؐ کے ہمدرد چچا، آپؐ کی جاں نثار بیوی حضرت خدیجہؓ، آپؐ کے تین بیٹوں، تین بیٹیوں اور کئی دوسرے رشتہ داروں نے آپؐ کے

سامنے وفات پائی مگر آپؐ نے کبھی آہ و زاری اور فریاد نہیں کی بلکہ ہمیشہ صبر کا نہایت اعلیٰ نمونہ دکھایا۔

دُکھ ہو یا سُکھ آپؐ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہتے تھے۔ لڑائی میں فتح ہوتی یا اور کوئی خوشی نصیب ہوتی تو آپؐ فوراً سجدہ میں گر جاتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے۔ کئی دفعہ ساری ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ پاؤں سُوج جاتے تھے ایک دفعہ صحابہؓ نے عرض کیا:۔

"یا رسول اللہ آپ کو تو اللہ نے بخش دیا ہے آپ کو اتنی عبادت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

آپؐ نے فرمایا:

"کیا میں اللہ کا سب سے زیادہ شکر ادا کرنے والا بندہ نہ ہوں؟"

رسولِ پاک ﷺ

ہر ایک سے انصاف کرتے تھے

ہمارے رسولِ پاکؐ اپنے بیگانے، دوست دشمن، مسلم غیر مسلم، امیر غریب ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کرتے تھے۔ آپؐ اس بات کو بہت بُرا سمجھتے تھے کہ کوئی شخص کسی زیادتی یا ظلم کرنے والے آدمی کی صرف اس وجہ سے طرف داری کرے کہ وہ اس کی قوم یا قبیلے کا آدمی ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آپؐ کے سامنے کوئی مقدمہ لایا گیا جس میں ایک فریق مسلم تھا اور دوسرا غیر مسلم۔ آپؐ نے گواہیاں سننے کے بعد غیر مسلم کے حق میں فیصلہ دیا۔ اسی طرح جب تک کسی کے خلاف پورا ثبوت نہ مل جاتا آپؐ کسی کو سزا نہیں دیتے تھے۔

ایک دفعہ آپؐ کے ایک صحابی حضرت عبداللہؓ بن سہلؓ کھجوروں کی بٹائی کے لیے خیبر گئے۔ ان کے چچا زاد بھائی حضرت محیصہؓ بھی ساتھ تھے۔ عبداللہؓ ایک گلی میں سے گزر رہے تھے کہ کسی نے انھیں شہید کر ڈالا۔ بظاہر یہ کام یہودیوں کا تھا۔ حضرت محیصہؓ نے مدینہ آکر آپؐ کے پاس مقدمہ پیش کیا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا، کیا تم قسم اٹھا سکتے ہو کہ عبداللہؓ کو یہودیوں نے شہید کیا۔

انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔" آپؐ نے فرمایا، "تو پھر یہودیوں سے قسم لی جائے۔"

انہوں نے کہا، "یا رسول اللہ ان لوگوں پر کیا اعتبار وہ تو سو جھوٹی قسمیں کھالیں گے۔"

خیبر میں صرف یہودی آباد تھے اس لیے وہی حضرت عبداللہؓ کے قاتل ہو سکتے تھے لیکن موقع کی کوئی شہادت نہیں تھی، اس لیے آپؐ نے یہودیوں پر الزام لگانے کے بجائے خون بہا کے سو اونٹ بیت المال سے دلا دیئے۔

✻

ایک دفعہ آپؐ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آپؐ کو چمٹ گیا۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک پتلی سی چھڑی تھی۔ آپؐ نے اس شخص کو چھڑی سے ٹھوکا دیا اِس سے اُس کے منہ پر خراش آگئی۔ آپؐ نے فرمایا:

"آؤ مجھ سے بدلہ لے لو۔"

اس نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ میں نے معاف کر دیا۔"

✻

مکّہ کی فتح کے موقع پر بنو مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنتِ اسود

چوری کرنے کے جرم میں پکڑی گئی۔ بنو مخزوم کے لوگ حضرت اُسامہ بن زیدؓ کے پاس گئے کہ وہ آپؐ کے پاس فاطمہؓ کے لیے رعایت کی سفارش کریں۔ آپؐ حضرت اُسامہؓ سے بہت محبّت کرتے تھے لیکن جب انہوں نے سفارش کی تو آپؐ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا:

"پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی مُعزّز یا امیر آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں کوئی کمزور (معمولی) آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

رسولِ پاک ﷺ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے منع کرتے تھے

*

ہمارے رسولِ پاکؐ کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ کوئی شخص بغیر شدید ضرورت کے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ آپؐ لوگوں کو تاکید فرماتے رہتے تھے کہ محنت مشقت سے اپنی روزی خود کمائیں اور دوسروں سے خواہ مخواہ نہ مانگتے پھریں۔

ایک دفعہ ایک غریب لیکن تندرست صحابی نے آپؐ کے سامنے ہاتھ پھیلایا آپؐ نے ان سے پوچھا "کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟" انہوں نے کہا "یا رسول اللہ صرف ایک بچھونا اور ایک پانی پینے کا پیالہ ہے۔"

آپؐ نے یہ دونوں چیزیں ان سے لے کر ایک دوسرے صحابی کے پاس دو درہم میں بیچ دیں پھر یہ دو درہم ان کو دے کر فرمایا کہ ایک درہم سے اپنی خوراک کا سامان کرو اور دوسرے سے ایک رسی خرید لو اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر شہر میں بیچا کرو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پندرہ دن کے بعد وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یا رسول اللہ اس کام کی بدولت

میرے پاس دس درہم جمع ہو گئے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا "یہ اچھا ہے یا وہ اچھا تھا کہ قیامت کے دن چہرے پر گدائی کا داغ لے کر جاتے"۔

ایک صحابی حضرت قبیصہؓ بہت مقروض ہو گئے وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدد کی درخواست کی۔ آپؐ نے ان کی مدد کرنے کا وعدہ کیا اور پھر فرمایا "اے قبیصہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا صرف تین شخصوں کو جائز ہے ایک وہ جو قرض کے بوجھ تلے دب گیا ہو جب اس کی ضرورت پوری ہو جائے تو پھر اسے سوال نہیں کرنا چاہیئے۔ دوسرا وہ جس پر یکایک کوئی مصیبت آجائے اور اس کا مال و اسباب برباد ہو جائے البتہ جب اس کی حالت درست ہو جائے تو اسے مانگنا چھوڑ دینا چاہیے تیسرا وہ جو فاقہ میں مبتلا ہو اور محلہ کے تین آدمی گواہی دیں کہ وہ واقعی فاقہ سے ہے۔ ان کے علاوہ جو کوئی مانگ کر حاصل کرتا ہے وہ حرام کھاتا ہے"۔

✤

آخری حج کے موقع پر رسولِ پاکؐ صدقات (خیرات) کا مال تقسیم فرما رہے تھے۔ یہ مال لینے والوں میں دو ایسے آدمی بھی آ شامل ہوئے جو تندرست اور تومند معلوم ہوتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا، اگر تمہاری خواہش ہو تو میں تمہیں اس مال میں سے کچھ دے سکتا ہوں لیکن تندرست و توانا کام کرنے کے قابل لوگوں کا اس پر کوئی حق نہیں۔

✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو صفائی بہت پسند تھی

*

ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم صفائی اور پاکیزگی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ پاک صاف رہتے اور دوسروں کو بھی صاف ستھرا رہنے کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔ آپؐ کا لباس اگرچہ بہت سادہ ہوتا لیکن صاف ستھرا ہوتا تھا۔ دانتوں کی صفائی کا اس قدر خیال تھا کہ ہر نماز سے پہلے مسواک کرتے۔ کھانا کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھوتے اور کھانا کھانے کے بعد بھی۔

ایک دفعہ آپؐ نے ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا،

"اس سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ اپنے کپڑے دھو لیا کرے۔"

ایک مرتبہ ایک صحابی اس حالت میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اپنے بال درست کرکے آؤ۔ جب وہ بال درست کرکے آئے تو آپؐ نے فرمایا کیا تمہاری موجودہ حالت پہلی حالت سے بہتر نہیں؟

ایک دفعہ ایک آدمی خراب کپڑے پہنے ہوئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا "تمہاری مالی حالت کیسی ہے؟"

اس نے کہا " اللہ کا دیا بہت کچھ ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "تو پھر اللہ کا شکر کیوں نہیں ادا کرتا ؟"

آپؐ کا مطلب یہ تھا کہ اپنی حیثیت کے مطابق صاف ستھرا لباس کیوں نہیں پہنتا۔

رسولِ پاکؐ مسجد کی صفائی کا بھی بہت خیال رکھتے، اگر کبھی مسجد کی دیواروں پر تھوک کے دھبے دیکھتے تو بہت ناراض ہوتے اور ان دھبوں کو خود چھڑی کی نوک سے کھرچ کر مٹاتے تھے۔ مسجد میں کوئی خوشبو جلاتا تو آپؐ بہت خوش ہوتے۔ آپؐ صحابہؓ کو یہ نصیحت کرتے رہتے تھے کہ مسجد میں لہسن اور پیاز کھا کر نہ آیا کریں کیونکہ ان سے بدبو پھیلتی ہے۔ جمعہ کے دن آپؐ نہا کر اور کپڑے بدل کر مسجد میں آنے کی تاکید فرماتے۔ آپؐ راستوں کی صفائی پر بھی بہت زور دیا کرتے تھے۔ اگر راستے میں کوئی جھاڑی پتھر یا کوئی اور رکاوٹ ڈالنے والی چیز پڑی ہوتی تو آپؐ خود اس کو وہاں سے ہٹا دیتے۔

جو شخص راستے میں گندگی پھیلاتا، پیشاب پاخانہ کرتا آپؐ اس سے بہت ناراض ہوتے اور فرماتے کہ راستے میں گندگی پھیلانے والے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔

آپؐ سایہ دار درختوں کے نیچے بھی گندگی پھیلانے سے منع فرماتے تھے۔

رسولِ پاک ﷺ بچوں سے بہت محبت کرتے تھے

ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپؐ کہیں جا رہے ہوتے اور راستے میں بچے مل جاتے تو آپؐ مسکراتے ہوئے نہایت محبت سے انہیں سلام کرتے۔ پھر ان سے پیار بھری باتیں کرتے۔ ایک ایک کو گود میں اٹھاتے، ان کا منہ سر چومتے اور کھانے کی کوئی چیز دیتے۔ کبھی کھجوریں، کبھی کوئی اور پھل اور کبھی کوئی اور چیز۔

اگر کبھی کوئی شخص آپؐ کی خدمت میں فصل کا نیا میوہ پیش کرتا تو آپؐ سب سے پہلے اسے ننھے بچوں میں بانٹتے تھے۔

آپؐ سفر سے واپس آتے تو راستے میں جو بچے ملتے انہیں بڑی محبت سے اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے کسی کو اپنے آگے اور کسی کو پیچھے۔ بچے بھی آپؐ سے بڑی محبت کرتے تھے جہاں آپؐ کو دیکھا لپک کر آپؐ کے پاس پہنچ گئے۔

رسولِ پاکؐ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تو پردے کے پیچھے جماعت میں عورتیں بھی ہوتیں۔ اگر ان عورتوں میں سے کسی کا بچہ رونے لگتا تو آپؐ چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر نماز جلد ختم کر دیتے

تاکہ بچے کو تکلیف نہ ہو اور اس کی ماں بھی بے چین نہ ہو۔

○○○

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہجرت کے موقع پر مدینے میں داخل ہوئے تو انصار کی چھوٹی چھوٹی بچیاں دروازوں پر کھڑی ہو کر یہ گیت گانے لگیں:

"ہم خاندانِ نجار کی بیٹیاں ہیں — محمدؐ کیا ہی اچھے ہمسایہ (مہمان) ہیں۔" آپؐ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: "کیوں بچیو تم مجھے پیار کرتی ہو؟"

سب نے کہا، "ہاں یا رسول اللہ"

آپؐ نے فرمایا: "میں بھی تمہیں پیار کرتا ہوں۔"

○○○

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایک غلام تھے حضرت زیدؓ۔ آپؐ نے ان کو بچپن ہی سے پالا تھا اور آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ حضرت زیدؓ کے بیٹے حضرت اسامہؓ تھے۔ آپؐ ان سے بہت پیار کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اس کو بہت سے زیور پہناتا۔ کبھی کبھی اپنے ایک زانو پر اپنے نواسے حضرت حسنؓ اور دوسرے پر حضرت اسامہؓ کو بٹھا کر فرماتے، خدایا میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔

○○○

ایک بار عید کے دن آپؐ چہرہ پر چادر ڈالے لیٹے ہوئے تھے۔ کچھ بچیاں گھر میں آئیں اور خوشی کے گیت گانے لگیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آئے اور ان بچیوں کو ڈانٹا۔ آپؐ نے سنا تو چادر ہٹائی اور فرمایا:

"ابوبکر انہیں کچھ نہ کہو، گانے دو آج ان کی عید ہے۔"

❖❖❖

ایک دفعہ عرب کے ایک دیہاتی رئیس نے آپؐ کو بچوں سے پیار کرتے دیکھا تو کہا، "آپ بچوں کو اتنا پیار کرتے ہیں۔ میرے دس بچے ہیں میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔"

آپؐ نے فرمایا، "اگر اللہ تمہارے دل سے محبت چھین لے تو میں کیا کردوں؟"

●●●

ایک دفعہ آپ مسجد میں خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اتفاق سے وہاں آگئے۔ دونوں بہت کمسن تھے۔ آپؐ انہیں دیکھ کر منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور دونوں کو گود میں اٹھا کر فرمایا: "اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں۔"

●●●

آپؐ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؓ کے گھر تشریف لے جاتے تو

فرماتے، میرے بچوں کو لاؤ، وہ ان کو لائیں تو آپؐ ان کو سینہ سے لپٹاتے اور ان کا منہ چومتے۔

000

ایک دفعہ آپ اپنی کمسن نواسی حضرت اُمامہؓ کو کندھے پر چڑھائے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور اسی حالت میں نماز پڑھائی۔ جب رکوع اور سجدے میں جاتے تو ان کو اتار دیتے پھر کھڑے ہوتے تو کندھے پر چڑھا لیتے۔

000

ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے بچوں سے بھی بہت اچھا برتاؤ کرتے تھے اور کافروں کے بچے بھی دوڑ دوڑ کر آپؐ کے پاس آتے تھے۔ کافروں سے جنگ ہوتی تو آپؐ صحابہؓ کو حکم دیتے کہ دیکھو کسی بچے کو مت مارنا۔ وہ بے گناہ ہیں انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ ایک بار فرمایا جو کوئی بچوں کو دُکھ دیتا ہے خدا اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

ایک دفعہ لڑائی میں کافروں کے چند بچے جھپٹ میں آکر مارے گئے۔ آپؐ کو خبر ہوئی تو ان کا بڑا غم کیا۔ کسی نے کہا "یا رسول اللہ وہ تو کافروں کے بچے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: "کافروں کے بچے بھی تم سے اچھے ہیں خبردار بچوں کو قتل نہ کرنا، خبردار بچوں کو قتل نہ کرنا۔" پھر فرمایا: "ہر بچہ اللہ کی فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔"

رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں

ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو باتیں فرماتے تھے یا جو کام کرتے تھے ان کے بیان کو حدیث کہا جاتا ہے۔ آپؐ کی پیاری باتوں پر عمل کر کے ہر شخص اپنی زندگی سنوار سکتا ہے اور زندگی کے ہر میدان میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ یہاں ہم رسولِ پاکؐ کی حدیثوں میں سے ۱۰۰ حدیثیں چُن کر درج کرتے ہیں۔ ان پر عمل کرنے میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔

۱۔ ہمیشہ سچ بولو اور جھوٹ سے بچو۔

۲۔ کسی مسلمان کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ عرصہ تک روٹھا رہے۔

۳۔ طاقتور وہ نہیں ہے جو کسی کو گرا لے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصّے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

۴۔ کسی سے حَسَد نہ کرو کیونکہ حَسَد نیکیوں کو اس طرح برباد کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو جلا دیتی ہے۔

۵۔ کسی کی چغلی مت کرو۔ سب سے بُرے وہ لوگ ہیں جو چغلیاں کھاتے ہیں اور دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔

۶۔ کسی کو گالی یا طعنہ نہ دو اور نہ کوئی گندی بات منہ سے نکالو۔

۷۔ مخلوق خدا کا کنبہ ہے اس لیے خدا کا سب سے پیارا وہ شخص ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

۸۔ اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

۹۔ جو چھوٹوں سے محبّت نہیں کرتا اور بڑوں کا ادب نہیں کرتا اس کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۱۰۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر کوئی ظلم کرے نہ اسے ذلیل کرے اور نہ اسے گھٹیا سمجھے۔

۱۱۔ کوئی آدمی اس وقت تک سچا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے اُسی چیز کو پسند نہ کرے جسے وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

۱۲۔ جب وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو۔

۱۳۔ مہمان کی عزّت اور خدمت کرو۔

۱۴۔ جو اپنے آپ کو بڑا کہے اور اکڑ کر چلے اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہو جاتا ہے۔

۱۵۔ پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرو۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

۱۶۔ کسی کی بات چھپ کر اور کان لگا کر نہ سنو۔

۱۷۔ غریبوں اور حاجت مندوں کی مدد کرو۔

۱۸۔ فضول خرچی نہ کرو لیکن بخیل اور کنجوس بھی نہ بنو۔

۱۹۔ ہمیشہ پاک صاف رہو اللہ تم کو بہت روزی دے گا۔

۲۰۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

۲۱۔ بیماروں کی خبرگیری کیا کرو۔

۲۲۔ ماں باپ کا ادب کرو۔ اُن کی ہر طریقے سے خدمت کرو اور اُن کے سامنے اونچی آواز سے بھی نہ بولو۔ جب وہ بوڑھے ہوجائیں تو ان کے سامنے اُف بھی نہ کرو۔

۲۳۔ شرم اور حیا ایمان کی نشانی ہے۔

۲۴۔ ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔ گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کرو اور جب باہر نکلو تب بھی ان کو سلام کرو۔ وہ شخص اللہ کو بہت پیارا ہے جو سلام میں پہل کرے۔ چھوٹا بڑے کو، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔

۲۵۔ جو شخص لوگوں کے ساتھ نرمی محبّت اور آرام سے گفتگو کرتا ہے اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔

۲۶۔ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو۔

۲۷۔ اپنے ملازموں اور خادموں سے اچھا سلوک کرو۔ جو خود کھاتے ہو انہیں کھلاؤ جو خود پہنتے ہو انہیں پہناؤ۔

۲۸۔ جو دوسروں کو معاف کر دیتا ہے اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے۔

۲۹۔ عِلم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۳۰۔ سب سے پاک روزی یہ ہے کہ تم اپنی محنت سے کماکر کھاؤ

۳۱۔ جانوروں کو مت ستاؤ۔ جو ان پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم

نہیں کرتا۔

۳۲۔ جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کرو اور اس کو اصلی حالت میں واپس کرو۔

۳۳۔ ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ وہ شخص جس کے پڑوسی اس کی برائیوں سے محفوظ نہ ہوں جنت میں داخل نہ ہوگا۔

۳۴۔ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو اور ان سے تعلق مت توڑو۔

۳۵۔ راستے سے تکلیف دینے والی چیزوں کو ہٹا دیا کرو۔

۳۶۔ بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

۳۷۔ کسی پر زیادتی نہ کرو۔

۳۸۔ غصہ نہ کیا کرو۔

۳۹۔ لوگوں کے ساتھ اچھی اچھی باتیں کرو۔

۴۰۔ کسی پر احسان کرکے اسے کبھی نہ جتاؤ۔

۴۱۔ تمام کاموں میں میانہ روی بہتر ہے۔

۴۲۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ (اگر کوئی نیکی دکھاوے کے لیے کی جائے تو اس کا کوئی ثواب نہیں ہے۔)

۴۳۔ تم میں سب سے اچھا وہ شخص ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔

۴۴۔ اپنی ہر حاجت اللہ سے مانگو یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگو۔

۴۵۔ اصل دولت مندی دل کی دولت مندی ہے۔

۴۶۔ ہر نیکی ثواب ہے۔
۴۷۔ رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔
۴۸۔ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔
۴۹۔ بُرے کاموں سے بچو۔
۵۰۔ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا کرو۔
۵۱۔ مصیبت میں صبر کیا کرو۔
۵۲۔ مسلمانوں میں فتنہ اور فساد ڈالنے سے بچو۔
۵۳۔ ظالم کو ظلم کرنے سے روکو۔
۵۴۔ لالچ نہ کرو۔ خدا نے تمہیں جو دیا ہے اس پر راضی رہو۔
۵۵۔ کسی پر تہمت نہ لگاؤ۔
۵۶۔ کسی کی نقل نہ اتارو۔
۵۷۔ اپنی زبان قابو میں رکھو۔
۵۸۔ کسی کا بُرا سوچو بھی نہیں۔
۵۹۔ آپس میں جھگڑا مت کرو۔
۶۰۔ عاجزی اختیار کرو۔ خدا غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔
۶۱۔ بڑا سخی وہ ہے جس نے علم سیکھا اور پھیلایا۔
۶۲۔ بے ضرورت مہمان نہ ہو۔
۶۳۔ میزبان کے لیے تکلیف کا باعث نہ ہو کہ وہ تمہیں بوجھ سمجھنے لگے۔
۶۴۔ یتیم کی عزت کرو۔ اس کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔ اس کو کھانا کھلاؤ اور

اس کی ضرورتیں پوری کرو۔

۶۵۔ پڑوسی کی عزت کرو۔

۶۶۔ بھولے بھٹکے اور اندھے کو راستہ بتانا صدقہ دینے جیسی نیکی ہے۔

۶۷۔ جو کسی کی حاجت پوری کرے گا اللہ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔

۶۸۔ جانوروں کو آپس میں مت لڑاؤ۔

۶۹۔ جانوروں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ اُن کو اچھا کھلاؤ۔

۷۰۔ کسی کے گھر جاؤ تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے گھر والے کی اجازت لو۔

۷۱۔ مجلس میں جاؤ تو سلام کہو۔ جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جاؤ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھو۔

۷۲۔ زیادہ ہنسا نہ کرو۔

۷۳۔ بات مختصر کیا کرو۔

۷۴۔ اپنے بالوں کو سنوار کر رکھا کرو۔ سر پر تیل لگایا کرو اور بالوں میں کنگھی کیا کرو۔

۷۵۔ چھینکتے وقت منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لیا کرو۔ جمائی لیتے وقت بھی ایسا ہی کیا کرو۔

۷۶۔ کسی بیمار کی خبر گیری کے لیے جاؤ تو زیادہ دیر اس کے پاس نہ بیٹھو۔

۷۷۔ صبح سویرے جاگنے کی عادت ڈالو۔

۷۸۔ نجومیوں کی باتوں پر یقین نہ کرو۔

۷۹۔ جادو ٹونے کرنا سخت گناہ ہے۔

۸۰ - اپنے سر پر قرض کا بار نہ ہونے دو۔

۸۱ - کسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے وقت اپنا نام بتاؤ۔

۸۲ - سونے سے پہلے بستر کو جھاڑ لیا کرو۔

۸۳ - جوتا پہننے سے پہلے جوتے کو جھاڑ لیا کرو۔

۸۴ - ہمیشہ بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔

۸۵ - کھانا ٹھنڈا کرکے کھاؤ۔

۸۶ - کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھو لو۔

۸۷ - ہمیشہ کچھ بھوک رکھ کر کھاؤ۔ ٹھونس ٹھونس کر کھانا مسلمان کا طریقہ نہیں۔

۸۸ - کھانا کھاتے ہی نہ سو جایا کرو۔

۸۹ - کھانے میں عیب نہ نکالو۔ خواہش نہ ہو تو چھوڑ دو۔

۹۰ - بیمار کو کھانے کے لیے مجبور نہ کرو۔

۹۱ - پانی کھڑے ہو کر نہ پیو۔

۹۲ - پانی کے برتن میں سانس نہ لو نہ اس میں پھونک مارو۔

۹۳ - ایک سانس میں پانی نہ پیو بلکہ تین سانسوں میں پیو۔

۹۴ - کھانا کھا کر اور پانی پی کر اللہ کا شکر ضرور ادا کرو

۹۵ - سادہ لیکن صاف ستھرا لباس پہنا کرو۔

۹۶ - سفید لباس پاکیزہ اور پسندیدہ ہے۔

۹۷ - مردوں کو عورتوں جیسا اور عورتوں کو مردوں جیسا لباس نہیں پہننا چاہیئے۔

۹۸ - مردوں کو شوخ یا سرخ رنگ کے کپڑے نہ پہننے چاہئیں۔

۹۹ - ایسا لباس نہ پہنو جس سے تم دوسروں سے بڑے یا برتر دکھائی دو۔

۱۰۰ - ایسا لباس نہ پہنو جو زمین پر گھسٹتا ہو۔